ماہنامہ

آئینۂ انجمن

جمادی الثانی 1447ھ، دسمبر 2025ء

شمارہ نمبر: 82

021 - 34993436 - 7

www.quranacademy.edu.pk

مرکزی دفتر انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی، رجسٹرڈ B - 375 علامہ شبیر احمد عثمانی روڈ، بلاک 6، گلشن اقبال، کراچی

آئینہ انجمن

اس شمارے میں

01 فرمان باری تعالی و فرمان نبوی ﷺ
--- 02

02 قائد اعظم کا پاکستان
ڈاکٹر انوار علی ابرار 03

03 حمد باری تعالی و نعت رسول پاک ﷺ
قمر الدین انصاری راز/اختر شیرانی 05

04 ملفوظات صدر مؤسس انجمن خدّام القرآن
ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ 06

05 اقتباس نگران انجمن خدّام القرآن
شجاع الدین شیخ 07

06 سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سیرت کے درخشاں پہلو
مولانا عتیق الرحمن 08

07 حاکموں کے لیے استثنا۔۔۔ غیر اسلامی قانون
مولانا امین احسن اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ 14

08 دینی کام سے معذرت کس کی قبول ہوتی ہے
مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ 17

09 علامہ اقبال کی حیات و خدمات (دوسری قسط)
مولانا حبیب اللہ امجد 18

10 انسان! خاک سے نور تک کا سفر
بنت عبد المجید 20

11 أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ
حامد علی 22

12 سیرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ (پہلی قسط)
امین اللہ معاویہ 25

13 انجمن خدّام القرآن کے تحت جاری سرگرمیاں
ماہانہ رپورٹ 29

14 شعبہ ملٹی میڈیا
ماہانہ رپورٹ 34

فرمانِ الٰہی جل جلالہ و فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

وَ سَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۙ﴿۱۷﴾ الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰى ۚ﴿۱۸﴾ وَ مَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى ۙ﴿۱۹﴾ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۚ﴿۲۰﴾ [الليل: 20 - 17]

ترجمہ: اور اس سے ایسے پرہیزگار شخص کو دور رکھا جائے گا۔ جو اپنا مال پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے (اللہ کے راستے میں) دیتا ہے۔ حالانکہ اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں تھا جس کا بدلہ دیا جاتا۔ البتہ وہ صرف اپنے اس پروردگار کی خوشنودی چاہتا ہے جس کی شان سب سے اونچی ہے۔

تشریح: وَ سَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۙ﴿۱۷﴾ الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰى ۚ﴿۱۸﴾ یہ اہل شقاوت کے مقابل اہل سعادت تقویٰ شعار حضرات کی جزا کا بیان ہے کہ جو آدمی اتقی یعنی مکمل اطاعت حق کا خوگر ہو اور وہ اپنا مال اللہ کی راہ میں صرف اس لیے خرچ کرتا ہے کہ وہ گناہوں سے پاک ہو جائے، ایسا شخص اس جہنم کی آگ سے دور رکھا جائے گا۔ الفاظ آیت کے تو عام ہیں جو شخص بھی ایمان کے ساتھ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتا ہے اس کے لیے یہ بشارت ہے، لیکن شان نزول کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل مراد اس لفظ اتقیٰ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔

ابن ابی حاتم نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سات مسلمان ایسے تھے جن کو کفار مکہ نے اپنے غلام بنایا ہوا تھا، جب وہ مسلمان ہو گئے تو ان کو طرح طرح کی ایذائیں دیتے تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا بڑا مال خرچ کر کے ان کو کفار سے خرید کر آزاد کر دیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی (مظہری)۔ اسی کے مناسب اگلی آیت کا جملہ یہ ہے: وَ مَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى ۙ﴿۱۹﴾ یعنی جن غلاموں پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ احسان عظیم فرمایا کہ زر کثیر خرچ کر کے خریدا اور آزاد کر دیا، ان کا کوئی سابقہ احسان بھی ان کے ذمہ نہیں تھا، جس کے بدلے میں یہ اقدام کرتے بلکہ: اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۚ﴿۲۰﴾ یعنی ان کا مقصد اللہ تعالیٰ عالی شان کی رضا جوئی کے سوا کچھ نہ تھا۔

(معارف القرآن،،،، مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ)

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عَن ابْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ لِأَبِي بَكْرٍ: أَنْتَ صَاحِبِي فِي الْغَارِ وَصَاحِبِي عَلَى الْحَوْضِ. (جامع الترمذی، رقم الحدیث:3670)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکر سے ارشاد فرمایا کہ تم غار میں میرے ساتھی تھے اور آخرت میں حوض کوثر پر بھی میرے ساتھی ہوں گے۔

تشریح: معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی تو تین دن تک مکہ مکرمہ کے قریب ثور پہاڑ کے ایک غار میں روپوش رہے تھے، اس غار میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی آپ کے ساتھ تھے۔ ہجرت کے اس سفر میں اور خاص کر اس غار میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہنا (جس میں آخری حد تک کے خطرات تھے) وفاداری اور فدائیت کا بے مثال عمل تھا، اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاص طور سے اس کو یاد رکھا۔ قرآن مجید میں بھی اس کا ذکر فرمایا گیا ہے: ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ [التوبة: 40] اردو زبان میں یار غار کا لفظ قرآن پاک کی اسی آیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس سلسلہ کے ارشادات ہی سے آیا ہے۔

(معارف الحدیث)

قائد اعظم کا پاکستان

ڈاکٹر انوار علی ابرار

بانی پاکستان محمد علی جناح اپنے عزم و ارادے میں کسی شک و شبے کا شکار نہ تھے اور یہ ان کے خطابات سے واضح ہے۔ انہوں نے ایک الگ مملکت کا مطالبہ کسی علاقائی، لسانی یا محض چند مراسم عبودیت کے فرق کی بنیاد پر نہیں کیا تھا، بلکہ وہ ایک ایسا خطہ چاہتے تھے، جہاں قانون خداوندی نافذ ہو۔ انہوں نے اپنے ارشادات میں اسلام کو ایک مکمل ضابطۂ حیات، مسلم قومیت کی اساس، اور پاکستان کے نظریے کی بنیاد قرار دیا، جس میں انہوں نے بارہا کہا کہ اسلام میں سیاسی، معاشرتی اور معاشی زندگی کے تمام پہلوؤں کے لیے رہنمائی موجود ہے، اور یہ کہ ہمارا مستقبل اسلام میں ہے، جس کی روشنی میں ہم ایک مضبوط اور متحد ملت بنا سکتے ہیں۔ آپ فرماتے تھے کہ ''ہماری قومیت کا ماخذ اسلام ہے، اسلام نہ صرف ایک مذہب ہے، بلکہ یہ زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ایک مکمل نظام ہے''۔

ذیل میں قائد اعظم کے چند ارشادات ملاحظہ ہوں:

''مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد صرف کلمۂ توحید ہے، نہ وطن نہ نسل، ہندوستان کا جب پہلا فرد مسلمان ہوا تو وہ پہلی قوم کا فرد نہیں رہا تھا، وہ ایک الگ قوم کا فرد بن گیا تھا۔ آپ نے غور فرمایا کہ پاکستان کے مطالبے کا جذبۂ محرکہ کیا تھا! اس کی وجہ نہ ہندوؤں کی تنگ نظری تھی، نہ انگریزوں کی چال، یہ اسلام کا بنیادی مطالبہ تھا''۔ (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، 8 مارچ 1944ء)

''وہ کون سا رشتہ ہے جس کے منسلک ہونے سے تمام مسلمان جسد واحد کی طرح ہو گئے۔ وہ کون سی چٹان ہے جس پر ان کی ملت کی عمارت استوار ہے۔ وہ کون سا لنگر ہے جس سے امت کی کشتی محفوظ کر دی گئی ہے! وہ رشتہ، وہ چٹان، وہ لنگر خدا کی کتاب قرآن مجید ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جوں جوں ہم آگے بڑھتے جائیں گے، ہم میں زیادہ سے زیادہ اتحاد پیدا ہوتا جائے گا۔ ایک خدا، ایک رسول ﷺ، ایک کتاب اور ایک امت''۔ (اجلاس مسلم لیگ، کراچی 1943ء)

''مجھ سے اکثر پوچھا جاتا ہے کہ پاکستان کا طرز حکومت کیا ہوگا! میں کون ہوتا ہوں پاکستان کے طرز حکومت کا فیصلہ کرنے والا، مسلمانوں کا طرز حکومت آج سے 13 سو سال پہلے قرآن مجید نے وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا تھا۔ الحمد للہ قرآن مجید ہماری رہنمائی کے لیے موجود ہے، اور تا قیامت موجود رہے گا''۔ (مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن جالندھر کے اجلاس سے خطاب، 12 جون 1947ء)

تحریک پاکستان کے کارکن سید بدرالدین احمد نے 26 نومبر 1946ء کو قائد اعظم سے پاکستان کے نظریاتی تشخص کے حوالے سے پوچھا۔ اس کے جواب میں قائد اعظم نے فرمایا:

''میرا ایمان ہے کہ قرآن و سنت کے زندہ جاوید قانون پر ریاست پاکستان، دنیا کی بہترین اور مثالی ریاست ہوگی۔ مجھے اقبال سے پورا اتفاق ہے کہ دنیا کے تمام مسائل کا حل اسلام سے بہتر نہیں ملتا۔ ان شاء اللہ پاکستان کے نظام حکومت کی بنیاد لا الٰہ الا اللہ ہوگی اور یہ ایک فلاحی و مثالی ریاست ہوگی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر پاکستان بن گیا تو چند دن بھی زندہ نہیں رہ سکے گا، لیکن مجھے پختہ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ہمیشہ قائم و دائم رکھے گا''۔ (بحوالہ کتاب اسلام کا سفیر، از جناب محمد متین خالد میں ڈاکٹر محمد افتخار کھوکھر کا مضمون ''قائد اعظم سیکولر نہیں تھے'')

''میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات کا واحد ذریعہ سنہری اصولوں والے اس ضابطۂ حیات پر عمل کرنا ہے، جو ہمارے عظیم واضع قانون، پیغمبر اسلام نے ہمارے لیے قائم کر رکھا ہے۔ ہمیں اپنی جمہوریت کی بنیادیں سچے اسلامی اصولوں اور تصورات پر رکھنی چاہئیں۔ اسلام

کا سبق یہ ہے کہ ''ملک کے امور و مسائل کے بارے میں فیصلے باہمی بحث و تمحیص اور مشوروں سے کیا کرو۔'' (سبی دربار بلوچستان، 14 فروری 1948)

ذرا غور تو فرمائیے! ان ارشادات کی موجودگی میں کوئی کیسے یہ بات کہہ سکتا ہے کہ قائداعظم ایک سیکولر ریاست بنانا چاہتے تھے۔ اسلام کے نام پر بننے والے اس ملک کے حکمرانوں نے جب اپنے مقصد سے دغا کی اور مکمل اسلام کے نفاذ سے پہلوتہی کی، تو اس کا نتیجہ 16 دسمبر 1971 کو سقوط ڈھاکہ کی صورت میں نکلا۔ پاکستان کی تاریخ پہ لگے اس زخم سے آج بھی خون برس رہا ہے۔ بہرحال مسلمانان پاکستان پر یہ فرض ہے کہ اسلام کے نام پر حاصل کیے گئے اس ملک میں اسلام کے نفاذ کی کوشش کریں۔ خاکم بدہن کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ ملک اپنی بنیاد سے انحراف کے نتیجے میں اپنی وجود سے ہی محروم ہو جائے۔

تاریخ کا جاننا کیوں ضروری ہے؟

افصح خان

تاریخ کسی بھی معاشرے کی فکری بنیاد ہوتی ہے۔ یہ صرف گزرے ہوئے حالات کا ریکارڈ نہیں ہوتا بلکہ انسانی فیصلوں، کامیابیوں اور ناکامیوں کی کامل تصویر ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ تاریخ قوموں کی یادداشت ہوتی ہے۔ جس طرح فرد اپنی یادداشت سے سیکھتا ہے، اسی طرح قومیں اپنی تاریخ کے ذریعے شناخت، شعور اور سمت کا تعین کرتی ہیں۔

جب انسان اپنی تاریخ کو سمجھتا ہے تو اسے اپنی اصل کا، اپنے پہنچنے کا اور اپنے بیتے کل کا احساس ہوتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ ہم کن روایات کے وارث ہیں، ہمارا معاشرہ کیسے بنا اور ہمارے اسلاف نے کیا سفر طے کیا۔ یہ بات انسان کو اعتماد بھی دیتی ہے اور ذمہ داری بھی یاد دلاتی ہے۔

ماضی میں جو فیصلے ہوئے اور جن کے جو نتائج آئے، وہ سب مستقبل کے لیے رہنمائی بن جاتے ہیں۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ کن غلطیوں کی وجہ سے قومیں کمزور ہوئیں اور کن اصولوں نے انہیں ترقی دی۔ سیاسی، سماجی، معاشرتی اور معاشی حالات کا مطالعہ انسان میں سمجھ بڑھاتا ہے۔ تاریخ جاننے والا شخص جذبات میں بہہ کر نہیں بلکہ سوچ سمجھ کر فیصلہ کرتا ہے۔

تاریخ کا ایک خوبصورت پہلو یہ بھی ہے کہ یہ انسان کو وسیع النظر بنا دیتی ہے اور تنگ نظری دور کرتی ہے۔ جب ہم مختلف قوموں اور تہذیبوں کے سفر پڑھتے ہیں تو احساس ہوتا ہے کہ دنیا ایک مشترکہ عمل کے ذریعے آگے بڑھی ہے۔ اس سے تعصب کم ہوتا ہے اور سوچ میں پختگی آتی ہے۔

تاریخ یہ حقیقت بھی سمجھاتی ہے کہ نہ خوشحالی ہمیشہ رہنے والی ہے اور نہ ہی مشکل وقت۔ قومیں کئی بار گریں، لیکن دوبارہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔ یہ بات انسان میں حوصلہ پیدا کرتی ہے اور مشکل حالات میں اسے مضبوط رکھتی ہے۔

آخر میں بس بات اتنی ہے کہ تاریخ صرف ماضی کو محفوظ نہیں رکھتی، بلکہ مستقبل کی بنیاد بھی مضبوط کرتی ہے۔ جو قوم اپنی تاریخ سے سبق لیتی ہے، وہ زیادہ باخبر، مستحکم اور دیرپا ہوتی ہے۔

حمدِ باری تعالیٰ جل جلالہٗ
و
نعتِ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حمد تیری اے خدا کرتے ہیں ہم   ہر گھڑی تجھ سے دعا کرتے ہیں ہم
اللہ لب پہ تیرا نام ہے   تیری مدحت یوں کیا کرتے ہیں ہم
تو ہے مالک اور ہم بندے تیرے   شکر ہر ساعت ادا کرتے ہیں ہم
بندگی کے تو ہے لائق، اے خدا   بندگی تیری کیا کرتے ہیں ہم
دل کو ملتی ہیں ہزاروں لذتیں   نام تیرا جب لیا کرتے ہیں ہم
تو ہماری ہر خطا کو بخش دے   عاجزی سے التجا کرتے ہیں ہم
رازؔ تیری کرسکے توصیف کیا   پھر بھی مالک ثنا کرتے ہیں ہم

(قمرالدین انصاری رازؔ)

نعتِ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کس نے پھر چھیڑ دیا قصہ لیلائے حجاز   دل کے پردوں میں مچلتی ہے تمنائے حجاز
بھر کے دامن میں غریبوں کی دعائیں لے جا   اے نسیم سحر، اے بادیہ پیمائے حجاز
بزم ہستی میں ہے ہنگامۂ محشر برپا   اب تو ہو خواب سے بیدار مسیحائے حجاز
مئے افرنگ میں باقی نہ رہا کوئی سرور   ہم نے جس دن سے چکھی ہے مئے مینائے حجاز
دل دیوانہ دعا مانگ وہ دن پھر آئے   وہی ہم ہوں، وہی سجدہ، وہی صحرائے حجاز
خاکِ یثرب کے ہر اک ذرہ سے آتی ہے صدا   اخترؔ خاکِ نشیں ناصیہ فرسائے حجاز

(اخترشیرانی)

ملفوظاتِ صدرِ مؤسسِ انجمن خدّامُ القرآن کراچی

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

قیام پاکستان کی داستان

خوب اچھی طرح جان لینا چاہیے کہ قیام پاکستان کا معجزہ بھی اسی سنت اللہ کے تحت ظاہر ہوا۔ اس لیے کہ ہر شخص جانتا ہے کہ تحریک پاکستان کے عوامی اور جذباتی دور میں جو 1945ء تا 1947ء دو سالوں پر مشتمل ہے، پورا بر صغیر از درّۂ خیبر تا راس کماری اور از مکران تا چاٹگام اس نعرے سے گونج اُٹھا تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا: لا الہ الا اللہ، اور تحریک کے زعما و عمائد کے صریح اور ببانگ دہل اعلانات و بیانات پر مستزاد جمعہ اور عیدین کے عظیم اجتماعات میں کروڑوں مسلمانوں نے گڑگڑا گڑگڑا کر دعائیں کی تھیں اور عہد کیا تھا کہ اے اللہ! ہم اس دوہری غلامی سے نجات پاکر صرف تیرے بندے بن کر رہیں گے، اور تیرے اور تیرے نبی ﷺ ہی کے دین پر عمل پیرا ہوں گے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ اسی عہد و میثاق کا نتیجہ تھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے حالات کا رُخ بدل گیا، کایا پلٹ کر رہ گئی اور زنجیریں کٹتی چلی گئیں۔ بقول اقبال: ؂

غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوق یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

(استحکام پاکستان، ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ)

اقتباس نگرانِ انجمن خدام القرآن، کراچی

شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ

نظام عدل کا قیام

جو مشن رسول اکرم ﷺ کا تھا، اس میں اگر ہم خود کو کھپائیں گے اور غلبۂ دین کی جدوجہد کریں گے تو امت کے اندر جو تفرقے ہیں، وہ ختم ہو جائیں گے۔ قرآن مجید کو تھامنا، نبی اکرم ﷺ کے مشن کو لے کر چلنا، اس کی دعوت دینا ہی تنظیم اسلامی کا مشن ہے۔ اس کام میں لگ کر ان شاء اللہ امت مسلمہ متفق اور متحد ہوگی۔ بہت سے مسلم ممالک نسلی، لسانی اور جغرافیائی بنیادوں پر وجود میں آئے، لیکن پاکستان واحد مسلم ملک ہے جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا۔ پاکستان کا مطلب کیا: لا الہ الا اللہ، تحریک پاکستان کا سب سے مقبول نعرہ تھا۔ پاکستان اسلام کی بنیاد پر قائم ہوا اور اس کی بقا اور سلامتی بھی اسلام کے نفاذ پر منحصر ہے، کیونکہ پاکستان میں بہت سے نسلوں، زبانوں، ثقافتوں اور قبیلوں کے لوگ رہتے ہیں، ان سب کو متحد کر کے ایک قوم بنانے والی چیز اسلام ہی ہے۔

(ندائے خلافت، شمارہ نمبر 28، 2025ء)

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سیرت کے درخشاں پہلو

مولانا عتیق الرحمن

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا تعارف :

انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد انسانوں میں سب سے افضل شخصیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں ، جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا خلیل بنانا چاہتے تھے ، جن کو قرآن کریم میں اللہ نے سچائی کی تائید کرنے والا اور حق و سچ کا پیکرو پر تو قرار دیا ، جنھوں نے زمانۂ جاہلیت میں بھی شراب و جوا اور ہمہ جہتی منکرات سے اجتناب کیا ، جن کے بارے میں خلیفۂ عادل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ : میں ان کے مقام و مرتبہ تک کبھی نہیں پہنچ سکتا ، وہ جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کی امامت تفویض کی ، جنہیں جنت کے سبھی دروازے سے داخل ہونے کی دعوت دیں گے ، وہ جس نے اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس قدر احسان کیے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرمانا پڑا کہ : ان کے احسانات کا بدلہ خود اللہ تعالیٰ چکائیں گے ، وہ جو صرف عشرہ بشرہ میں ہی شامل نہیں ، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ : تم میرے حوضِ کوثر پر بھی رفیق ہو گے جیسے سفرِ ہجرت میں میرے ساتھ تھے ، وحی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گھبراہٹ کو زائل کرنے کے لیے اُم المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات بیان کی تھیں کہ : ''اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی نقصان نہیں پہنچنے دے گا ، کیونکہ آپ ناداروں کی مدد کرتے ہیں ، مہمان نوازی کرتے ہیں ، حق بات پر لوگوں کا ساتھ دیتے ہیں ، صلہ رحمی کو اختیار کرتے ہیں ، کمزوروں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں ۔'' بعینہٖ انہی صفات سے ابن دغنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو متصف کر کے فرمایا کہ 'مکہ والوں کی اذیت سے ہجرت نہ کریں ، میں آپ کو امان دیتا ہوں ۔''

نام و لقب :

خلیفہ بلا فصل ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین ، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ، آپ کا نام عبد اللہ بن عثمان بن عمر بن عمر القرشی التیمی تھا اور آپ کی کنیت ابو بکر تھی ۔ آپ ابو قحافہ کے گھر میں عام الفیل کے دو سال چھ ماہ بعد 573ء کو پیدا ہوئے ۔ آپ رضی اللہ عنہ کے لقب صدیق اور عتیق قرار پائے ۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر لمحہ اور ہر گھڑی تائید و نصرت کی ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلانِ نبوت اور سفرِ معراج پر سب سے پہلے تصدیق و گواہی آپ رضی اللہ عنہ نے دی ، جس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حق و سچ کی تائید کرنے کا لقب (صدیق) عنایت کیا ۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خوبصورت چہرے والے اور کشادہ پیشانی کے حامل تھے ۔ ایک روایت کے مطابق آپ کی والدہ کی اولاد زندہ نہ رہتی تھی تو انھوں نے اللہ سے دعا مانگی کہ اس بچہ کو زندگی دراز ملے ، ان وجوہات کی وجہ سے لقب عتیق پڑ گیا ۔ آپ رضی اللہ عنہ وہ واحد صحابی ہیں مہاجرین میں سے جن کے والدین نے اسلام قبول کیا اور جن کی چار نسلوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہی نہیں کی ، بلکہ سبھی حلقہ بگوش اسلام ہوئے ۔

قبولِ اسلام :

یہ وہ موقع ہے کہ جب اسلام کی صدائے حق کو قبول کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دینا اپنے آپ کو مشکلات میں ڈالنے کے مترادف تھا ، کیونکہ اعلانِ نبوت کے بعد مشرکینِ مکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھرپور مخالف ہو چکے تھے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صدائے حق و صداقت اس حد تک ناقابلِ برداشت ہو چکی تھی کہ مشرکینِ مکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے درپے ہو چکے تھے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلانِ نبوت کے بعد تجارتی سفر سے واپسی پر جونہی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ آپ کے قریبی ساتھی و دوست محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلانِ نبوت کیا ہے تو آپ فوراً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا کہ کیا آپ نے اعلانِ نبوت کیا ہے ! آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے اثبات میں جواب ملتے ہی

آپ بغیر کوئی دلیل مانگے مشرف باسلام ہو گئے۔ ایسے موقع پر اسلام کی قبولیت جبکہ خود آپ ﷺ کے سگے چچا و مکہ کے سردار آپ کے دشمن ہو چکے تھے، آپ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، بچوں میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی بھی جوان و بڑی عمر کے آزاد فرد نے آپ ﷺ کی دعوت کو قبول نہیں کیا تھا، گویا آپ نے اسلام قبول کر کے آپ پر آنے والی ہر آزمائش کے لیے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔

پیغمبرِ اسلام پر فدائیت:

اسی زمانے کا مشہور واقعہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ خانہ کعبہ میں تشریف لا کر کفار کو دینِ متین کی دعوت دینے لگے تو کفار نے جواباً گردن مبارک میں کپڑا ڈال کر آپ ﷺ پر تشدد کرنا شروع کر دیا، اسی دوران آپ کو معلوم ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ آئے اور کفار سے مخاطب ہو کر گویا ہوئے کہ کیا تم ایسے فرد پر ظلم و ستم ڈھا رہے ہو جو تمہیں اللہ کے علاوہ باقی معبودوں کی عبادت کرنے سے منع کرتا ہے اور صرف ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلاتا ہے! یہ کہنا تھا کہ کفارِ مکہ نبی اکرم ﷺ کو چھوڑ کر آپ پر حملہ آور ہو گئے۔ کفار نے آپ کو اتنا مارا کہ آپ بے ہوش ہو گئے۔ آپ کو اس حالت میں گھر لایا گیا۔ گھر پہنچ کر جب آپ کو ہوش آیا تو سب سے پہلا سوال آنحضرت ﷺ کی خیریت دریافت کرنے سے متعلق تھا۔ والدہ دودھ کا پیالہ لے کر سرہانے کھڑی تھیں کہ آپ دودھ نوش فرمائیں، مگر آپ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے متعلق بارہا استفسار کیا تو والدہ نے ام جمیل کو طلب کیا، باوجود ام جمیل کی جانب سے مطلع کرنے کے کہ آپ بخیر و عافیت ہیں، آپ کی تسلی نہ ہوئی تو اسی حالت میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہاں پہنچ کر نبی اکرم ﷺ کی جانب سے حوصلہ ملنے پر آپ رضی اللہ عنہ جیسی اولوالعزم شخصیت نے اپنے دکھ درد و تکلیف کو بھلا کر اسلام اور پیغمبرِ اسلام سے اپنی بھرپور وابستگی کا اظہار کرتے ہوئے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ دعا کریں میری والدہ اسلام قبول کر لے۔ آپ ﷺ نے اس مطالبہ پر ہاتھ اُٹھا کر اپنے رب کے حضور دعا مانگی جس کے نتیجہ میں آپ کی والدہ محترمہ مشرف باسلام ہوئیں۔

شانِ صدیق بزبانِ قرآن:

قرآن میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ سورۃ آل عمران، سورۃ اللیل، سورۃ التوبہ، سورۃ الزمر اور سورۃ الفتح میں ہوا ہے، جن میں آپ کے مناقب بیان ہوئے ہیں کہ سفرِ ہجرت کے موقع پر آپ دشمنوں کے غارِ ثور کے دہانے پر پہنچنے کی وجہ سے حزین و غمگین ہوئے اور کہنے لگے کہ: اگر دشمن نے ہمارے قدموں کو دیکھ لیا تو پہچان لیں گے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان دو کے بارے میں کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ ہے! امتیازی بات یہ ہے کہ مفسرین نے لکھا ہے کہ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا کا ارشاد ہوا، مطلب یہ کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنا خوف اور اپنی فکر نہیں تھی، بلکہ پریشان تھے تو رسول اللہ ﷺ سے متعلق تھے کہ کہیں دشمن آپ ﷺ کو نقصان نہ پہنچا دے۔ اسی طرح کفار کی جانب سے اللہ تعالی کا تمسخر اُڑایا گیا تو اس معاملہ کا تصفیہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں آیت کریمہ نازل کر کے کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی جانب سے راہِ خدا میں صدقہ و خیرات کی گواہی سورۃ اللیل میں دی گئی۔ سورۃ الزمر میں آپ رضی اللہ عنہ کے پیکرِ صداقت ہونے کو بیان کیا گیا۔ سورۃ الفتح میں آپ رضی اللہ عنہ کی معیت و صحبت کا تذکرہ ہوا۔

مقامِ صدیق بزبانِ نبی ﷺ:

رسول اللہ ﷺ پر سب سے پہلے مردوں میں سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قبولِ اسلام سے تا دمِ زیست خود کو اور اپنے اہل خانہ کو اسلام کی خدمت کے لیے وقف کر دیا، جس کا نتیجہ ہے کہ قرآن کریم میں جہاں عظمتِ صدیقی کے تذکرے ملتے ہیں، وہیں پر رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں آپ کے فضائل و مناقب بیان ہوئے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ اُحد پہاڑ پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ہمراہ موجود تھے، پہاڑ لرزنے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تھم جا! تجھ پر نبی و صدیق اور دو شہید موجود ہیں۔'' رسول اللہ ﷺ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقامِ امتیازی کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ''صدیق سے محبت مومن کرے گا جبکہ نفرت منافق رکھے گا۔'' نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ: ''میں نے دنیا میں تمام محسنوں کے احسانات کا بدلہ اُتار دیا، جبکہ صدیقِ اکبر کے احسانات کا بدلہ اللہ تعالی عطا فرمائیں گے۔'' رسولِ معظم ﷺ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ: ''ابو بکر صدیق اور عمر فاروق جنت کے تمام بڑی عمر کے لوگوں کے سردار ہوں گے ماسوائے انبیاء کے۔'' احادیث میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ: ''آپ کی موجودگی میں کسی بھی شخص کے لیے روا نہیں کہ وہ مصلائے امامت پر کھڑا ہو۔''

نبی مکرم ﷺ کے مرض الوفات میں 17 نمازوں کی امامت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کی اور یہی وجہ ہے کہ رسول معظم ﷺ کی لختِ جگر سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی نمازِ جنازہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خود پڑھانے کی بجائے مصلائے امامت سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا۔ نبی اکرم ﷺ سے ایک بار ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے استفسار کیا کہ آسمان کے ستاروں کے بقدر کسی کی نیکیاں ہیں ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ : ہاں ! سیدنا عمر فاروق کی ۔ ام المؤمنین خاموش ہوگئیں تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ آپ کے سوال کا کیا مطلب تھا ؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میرا یہ خیال تھا کہ اس قدر نیکیاں میرے والد ماجد حضرت ابو بکر کی ہوں گی ۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا : ’’غمگین کیوں ہوتی ہو، اتنی نیکیاں آپ کے والد ماجد کی تو صرف سفرِ ہجرت کی تین راتوں کی ہیں ۔‘‘

روشن خدمات :

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کے بعد کے حالات کا اگر جائزہ لیا جائے تو غیرت و حمیت اور شجاعت جیسے عالی اوصاف سے آپ کا دامن بھرا ہوا نظر آتا ہے ۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور آپ کی دعوت پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ حلقہ بگوش اسلام ہوئے ۔ آپ رضی اللہ عنہ نے قبولِ اسلام کے بعد جان و مال سب کچھ اسلام پر قربان کردیا۔ دشمنانِ اسلام کے چنگل میں پھنسے مظلوم مسلمان مؤذنِ رسول ﷺ بلال بن ابی رباح رضی اللہ عنہ، زنیرہ رضی اللہ عنہا، عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ، ام عبیس رضی اللہ عنہا وغیرہ مسلم غلاموں کو مشرکین کی قید سے نجات دلانے کے لیے فدیہ ادا کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے سارے گھرانے کو خدمتِ اسلام اور پیغمبرِ اسلام کے لیے وقف کردیا۔ رسول اللہ ﷺ کے عقد میں اپنی لختِ جگر اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی سورۃ النور کی 18 آیات میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی لختِ جگر کی فضیلت کو بیان کیا۔ سفرِ ہجرت میں آپ رضی اللہ عنہ نے دل جمعی کے ساتھ آپ ﷺ کی خدمت کی۔ جب بھی آپ ﷺ نے اشاعتِ اسلام کی خاطر مسلمانوں سے صدقہ دینے کی التجا کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے سب سے زیادہ مال پیش کیا۔

ہجرتِ مدینہ میں ایثارِ صدیقی :

جب کفارِ مکہ کی جانب سے نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کو ظلم و ستم کا مسلسل نشانہ بنایا جانے لگا تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم ہوا۔ اس عالم میں بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدینہ کو ہجرت کر چکے تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے استفسار کیا کہ میں بھی مدینہ روانہ ہو جاؤں ؟ تو آپ ﷺ نے منع کردیا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے جاننے کی کوشش کی کہ کیا مجھے آپ کی معیت کا شرف حاصل ہوگا ؟ تو آپ ﷺ نے اثبات میں جواب دیا۔ جب خالقِ ارض و سماء نے آپ ﷺ کو ہجرت کا حکم دیا تو ایک جانب آپ ﷺ نے ہجرت کا ارادہ باندھا تو دوسری جانب کفارِ مکہ دارالندوۃ میں جمع ہوکر آپ ﷺ کو (نعوذ باللہ) شہید کرنے کا منصوبہ بنانے لگے، اسی بنا پر مشرکین نے نبی اکرم ﷺ کے گھر کا محاصرہ کرلیا۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے مکہ کے لوگوں کی سب امانتیں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حوالہ کیں اور کفار کا محاصرہ توڑ کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے اور اپنے ہمراہ سفرِ ہجرت پر چلنے کو کہا۔ باوجود تمام حالات کا علم ہونے کے آپ تو پہلے سے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ چلنے کے لیے بے تاب تھے۔ ایسے موقع پر جب کسی کام کے کرنے پر موت سامنے نظر آرہی ہو تو وہ کام کر گزرنا محض فطری شجاعت و بہادری اور تائیدِ ایزدی کے بغیر ممکن نہیں ہوتا۔ اس پر خطر موقع پر آپ نے نا صرف اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سفرِ ہجرت کیا، بلکہ اپنے پورے خاندان کو بھی آپ ﷺ کی خدمت پر مامور کرکے آپ نے بھرپور جرأت کا مظاہرہ کیا۔ ایسا بھی نہیں کہ یہ سفر پر امن گزر گیا ہو، بلکہ کفارِ مکہ نے برابر آپ ﷺ کا تعاقب جاری رکھا۔ سفر کے دوران نبی اکرم ﷺ نے جب غارِ ثور میں قیام فرمایا تو دشمن تعاقب کرتے ہوئے غار کے دہانے تک پہنچ گیا۔ اس وقت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی جان کی پرواہ نہیں کی، بلکہ نبی اکرم ﷺ کو نقصان پہنچنے کے ڈر سے اپنی پریشانی کا اظہار کیا، جس پر بذریعہ وحی آپ رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم ﷺ نے تسلّی دی اور فرمایا : لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا یعنی تو میرے بارے میں غم نہ کر، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ ہجرت کے اس پر خطر سفر میں بے باکی کے ساتھ نبی

مکرم ﷺ کے ساتھ سفر کرنا اس بے مثال فطری شجاعت کا عملی مظاہرہ ہے جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات میں اللہ پاک نے ودیعت کر رکھی تھی۔ غارِ ثور کی چڑھائی چڑھتے وقت آپ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو اپنے کندھوں پر اُٹھایا، غار کی صفائی کے دوران خطرناک سانپ نے آپ کی ایڑی پر ڈسا تو آپ کو یہ بھی شرف ملا کہ آپ ﷺ نے اپنا لعابِ دہن ان کی ایڑی پر لگایا۔ سفرِ ہجرت میں دشمن کے حملہ کے خوف سے دورانِ سفر آپ ﷺ کی چہار جانب سے حفاظت کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

نبی اکرم ﷺ کی وفات اور استقامتِ صدیقی:

آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس قدر رنجیدہ ہوئے کہ اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھے، یہاں تک کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے مضبوط قوت و جسم کے مالک اور بہادر بھی اس اعلان سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ہاتھ میں بے نیام تلوار لے کر یہ کہنے لگے کہ جس شخص کو میں نے یہ کہتے ہوئے سن لیا کہ آپ ﷺ وفات پا گئے ہیں تو میں اس کا سر قلم کردوں گا۔ اس موقع پر بھی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی فطری بصیرت اور اصابتِ رائے کا عملی مظاہرہ کرتے ہوئے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے خطبہ ارشاد فرمایا اور کہا: ''لوگو سنو! جو لوگ تم میں سے آپ ﷺ کی عبادت کیا کرتے تھے تو آپ وفات پا گئے ہیں اور جو لوگ اللہ پاک کی عبادت کرتے تھے تو یاد رکھو! اللہ زندہ ہے اور اللہ کی ذات کو کبھی موت نہیں آئے گی۔'' اس کے بعد قرآن پاک کی آیات تلاوت فرما کر اپنی بات کو مزید مؤثر کردیا۔ یہ خطبہ اور اس میں تلاوت کی گئی آیات سنتے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اتنا حوصلہ ملا کہ اکثر صحابہ فرمانے لگے: ''یوں معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پاک کی یہ آیت ابھی نازل ہو رہی ہے۔'' نبی مکرم ﷺ کی وفات کے اتنے جان لیوا حادثے کے بعد بھی اتنے بلند حوصلے اور عزائم کا اعادہ کوئی حلیم طبع اور صابر انسان ہی کر سکتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے بعد اُمت کی قیادت سنبھالنے کا حق دار ہے۔

سخاوت و عجزِ صدیقی:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا تن من دھن اسلام پر قربان کردیا، یہاں تک غزوۂ تبوک کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے جب مسلمانوں سے چندہ طلب کیا تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے گھر کا سارا سامان پیش کردیا، یہاں تک کہ اپنا ذاتی لباس بھی حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، جبکہ خود ٹاٹ کا لباس زیب تن کر کے آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے۔ اسی موقع پر ملکِ مقرب جبرائیل امین علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو انہوں نے بھی ٹاٹ کا لباس زیب تن کیا ہوا تھا اور رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ کو سیدنا صدیق اکبر کی یہ ادا اس قدر پسند آئی کہ تمام فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے یہ لباس پہننے کا حکم دیا ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ طرزِ عمل بعد از خلافت بھی جاری وساری رہا ہے کہ وہ اپنے ذاتی اخراجاتِ روزگانہ کی خاطر سامانِ تجارت لے کر بازار جانے لگے تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سامان بیچنے کے لیے، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر آپ تجارت کریں گے تو امورِ خلافت کون نبھائے گا! تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا میں اہلِ خانہ کے نان و نفقہ کا انتظام نہ کروں! اس پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ مسلمانوں کے بیت المال سے وظیفہ حاصل کرلیں۔ اس پر آپ نے رضامندی اس شرط پر ظاہر کی کہ خلیفہ ہونے کے باوجود ایک عام فرد کے برابر وظیفہ مقرر ہوگا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: مجھے معلوم ہوا کہ مدینہ میں ایک نابینا بڑھیا مقیم ہے اور اس کی نگہداشت کی ضرورت ہے تو وہ اس بڑھیا کے ہاں حاضر ہوئے تو بڑھیا نے کہا کہ کوئی بندہ روزانہ آتا ہے اور میرے گھر کے سارے اُمور سرانجام دے کر لوٹ جاتا ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ متعدد بار جستجو کے بعد میں نے ایک نقاب پوش کو طلوعِ آفتاب سے پیشتر دیکھا کہ منہ پر کپڑا اوڑھے اس بڑھیا کے گھر پہنچتا ہے اور وہاں سے جب وہ واپس نکلتا ہے تو میں نے اس کو آدبوچا اور چہرہ سے کپڑا اُتارا تو کیا دیکھتا ہوں وہ کوئی اور نہیں، بلکہ وقت کے خلیفہ امیر المؤمنین سیدنا ابو بکر تھے۔ خلافت کا منصب سنبھالنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں ارشاد فرمادیا تھا کہ ''تم میں سے کمزور میرے لیے طاقتور ہے اور طاقتور کمزور ہے کہ اگر کوئی ظلماً کسی کا حق غصب کرے گا تو میں ضرور بالضرور وہ حاصل کر کے مظلوم کی نصرت کروں گا۔ اور جب تک میں قرآن و سنت کے مطابق حکومت کروں تم پر میری اطاعت لازم ہے، اگر میں شریعت سے انحراف برتوں تو تم پر واجب نہیں کہ میری اطاعت کرو۔''

تعمیلِ حکمِ نبوی ﷺ:

آپ ﷺ کی حیات میں رومیوں نے جب دھوکہ دہی سے مسلمانوں کے خلاف صف آرائی کی تو آپ بھاری بھرکم لشکر لے کر وہاں پہنچے، رومی پسپا ہو گئے، مگر آپ کی واپسی کے بعد قبائلِ عرب کو ساتھ ملا کر رومی پھر صف آرا ہوئے اور آپ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لشکر بھیجا جس میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ سمیت متعدد جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم جامِ شہادت نوش کر گئے۔ اس جنگ کے بعد نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کا ایک عظیم لشکر تشکیل دیا، جس میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر اور عظیم المرتبت صحابہ بھی موجود تھے، اس لشکر کی قیادت حضرت زید رضی اللہ عنہ کے نوخیز بیٹے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو عنایت کی۔ ''جیشِ اسامہ'' کی روانگی سے پیشتر رسول اللہ ﷺ دنیا سے پردہ فرما گئے۔ آپ ﷺ کے جنازہ و تدفین اور سقیفہ بن ساعدہ میں مسئلہ خلافت میں صحابہ کرام کی مصروفیت کے بعد جب اتفاقِ رائے سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے تو آپ نے فوراً لشکر اسامہ کو روانگی کا حکم دیا، بڑے بڑے عظیم المرتبت صحابہ کرام کی جانب سے یہ مشورہ دیا جاتا رہا کہ آپ ابھی اس لشکر کو روانہ نہ کریں، کیونکہ مدینہ کے اطراف سے بغاوت اور یورش کا خطرہ ہے، مگر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ ﷺ کے کیے گئے فیصلہ سے کسی طرح رجوع نہیں کیا جاسکتا۔ ''جیشِ اسامہ'' جب کامرانی و کامیابی اور مالِ غنیمت کے ہمراہ واپس آیا تو پورے عرب پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی۔

فتنۂ ارتداد و منکرینِ زکوۃ کی سرکوبی:

وفاتِ نبوی ﷺ کے بعد جب آپ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کرلیا گیا تو بہت سے خطرناک فتنوں نے مسلمانوں کو گھیر لیا۔ کہیں فتنۂ ارتداد پیدا ہو گیا تو کہیں منکرینِ زکوٰۃ نے اسلام کے بنیادی فریضے زکوۃ کی ادائیگی سے انکار کردیا۔ اسی طرح جھوٹے مدعیانِ نبوت (مسیلمہ، طلیحہ اسدی اور سجاح) کی قوت بھی مضبوط ہونے لگی۔ اس پر بھی معاملہ ختم نہیں ہوا، بلکہ مرتدین، منکرینِ زکوۃ اور مدعیانِ نبوت جیسے داخلی فتنوں کی یکساں سرکوبی کے لیے آپ رضی اللہ عنہ نے گیارہ لشکر تشکیل دیے۔ اس موقع پر صحابہ نے نرمی کی درخواست کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر ایک تاریخی جملہ ارشاد فرمایا کہ أَيَنْقُصُ الدِّيْنُ وَأَنَا حَيٌّ؟ یعنی دین میں کمی آجائے اور میں زندہ رہوں۔ پھر فرمایا کہ: اگر میرے ساتھ کوئی تعاون کرنا چاہے تو خوب اور اگر آپ سب میرا ساتھ چھوڑ دیں تو بھی میں تنِ تنہا اسلام کے ان دشمنوں کا مقابلہ کروں گا۔ سنو! مجھے یہ بات منظور ہے کہ اس مقابلہ میں دشمن مجھے مار ڈالیں اور میرے لاشے کو پرندے نوچ نوچ کر کھا جائیں، لیکن یہ بات منظور نہیں کہ اسلام کو ذرہ برابر بھی نقصان پہنچے۔ اس پامردی و استقامتِ فیصلہ کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں کے تمام فوجی لشکر بشمول ''جیشِ اسامہ'' منکرینِ زکوۃ و مدعیانِ نبوت اور دشمنانِ اسلام کی نا صرف سرکوبی کرنے میں کامیاب ہوئے، بلکہ بڑی تعداد میں غنائم اور اسلحہ جمع کرنے میں بھی کامیاب ہوئے اور اسی کا ثمرہ ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہی فتح فارس و روم کی طرح پڑ گئی جس کی بشارت نبی آخر الزماں ﷺ نے غزوۂ خندق کے موقع پر سنائی تھی۔

حفاظتِ قرآن کا اہتمام:

نبی آخر الزماں ﷺ کے جوارِ رحمتِ باری میں منتقل ہو جانے کے بعد جو فتنے ظہور پذیر ہوئے، ان کی بیخ کنی کی خاطر آپ نے جو لشکر روانہ کیے، اس کے نتیجہ میں فتنوں کا خاتمہ تو ہو ہی گیا، تاہم مسلمانوں کو اس میں ہوشربا نقصان پہنچا، جس میں خاص طور پر صحابہ کرام کی بڑی تعداد جو قرآن کے حافظ تھے، شہادت کے منصب پر فائز ہوئے، تو آپ رضی اللہ عنہ کو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ قرآن کریم کو فی الفور جمع کرنے کی ضرورت ہے، مبادا ایسا نہ ہو کہ قرآن کریم سے مسلمان محروم ہو جائیں، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو کام آپ ﷺ نے نہیں کیا، وہ میں کیسے کروں! سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: اس میں مسلمانوں کے لیے خیر و بھلائی ہے۔ بالآخر خلیفۂ رسول (ﷺ) کا شرح صدر ہو گیا اور امیر المؤمنین نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ صحابہ کرام سے دو گواہوں کی موجودگی میں قرآن کریم کے جز کو مکمل کرنے کا اہتمام کریں۔ خلیفہ رسول اللہ ﷺ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی اَنتھک محنت سے قرآن کریم کو یکجا جمع کرلیا گیا۔ یہ ایسا احسانِ عظیم ہے کہ دشمنانِ اسلام سر توڑ کوشش و جستجو کرنے کے باوجود چودہ سو سال بعد بھی قرآن کریم سے ملتِ اسلامیہ کے اعتماد کو گزند پہنچانے میں کامیاب نہیں ہوسکے۔

وفات :

رسول اللہ ﷺ کے دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد سیدنا صدیق اکبر ؓ دو برس چند ماہ منصبِ خلافت پر فائز رہنے کے بعد بیمار ہوئے اور پیر کے روز 22 جمادی الاخریٰ 13 ہجری میں انتقال کر گئے اور اُمورِ خلافت چلانے کی خاطر جو رہنما اصول انہوں نے اختیار کر رکھے تھے، انہی کی روشنی میں کبار صحابہ کرام ؓ سے مشاورت کے بعد آپ اپنے بعد خلافت کے لیے اپنا جانشین مرادِ پیغمبر اور خسرِ رسول ﷺ سیدنا عمر فاروق ؓ کو نامزد کر گئے تھے۔

سیرتِ صدیقی پر عمل کی ضرورت :

سیدنا صدیق اکبر ؓ نے اپنی زندگی اور اپنے دورِ خلافت میں پر خطر حالات کے باوجود تنہا جس بے باکی، شجاعت و بہادری اور پختہ عزم کا مظاہرہ کیا، تاریخ میں اس کی مثال ڈھونڈنے پر بھی نہیں ملتی۔ یقیناً یہ جانشینِ رسول ﷺ کی فطری شجاعت تھی، جس کے نتیجے میں دینِ مصطفوی ﷺ کو وہ عروج ملا جس کا اعلان نبی اکرم ﷺ اپنی زبانِ مبارک سے کر گئے تھے۔ آج جبکہ اُمتِ مسلمہ ہمہ جہتی سازشوں کا شکار ہو کر کفار کے سامنے مغلوبیت کی حالت میں ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ اُمتِ مسلمہ کے حکمران، علما اور عوام ان سخت حالات کا مقابلہ سیرتِ صدیقی کی روشنی میں اسی ایمانی بصیرت و شجاعت کے ساتھ کریں، جیسے سیدنا صدیق اکبر ؓ نے اپنی مکمل زندگی میں بالعموم اور جیشِ اسامہ کی روانگی، منکرینِ زکوٰۃ و مدعیانِ نبوت کی سرکوبی جیسے اہم امور کو بالخصوص حرزِ جان بنایا اور تمام نام نہاد اسلام دشمن طاقتوں کو مغلوب کر کے محمدی پرچم کو سربلند کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سیرتِ سیدنا صدیق اکبر ؓ سے سبق حاصل کرتے ہوئے مستقبل میں پر عزم ہو کر اسلام کی سربلندی کے لیے جدوجہد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

بشکریہ : ماہنامہ بینات، جمادی الاولی 1441ھ، جنوری 2020ء

آئینہ دل کا ہے پھر چہرہ نمائے صدیق   پھر عقیدت کو ہوا شوقِ ثنائے صدیق
قابلِ رشک ہے تقدیرِ رسائے صدیق   ہے نبوت کی زباں مدح سرائے صدیق
جو پیمبر کی نوا وہ تھی نوائے صدیق   جو پیمبر کی رضا وہ تھی رضائے صدیق
تھی سکوں بخش پیمبر کو لقائے صدیق   اللہ اللہ وہ کیا ہوگی ادائے صدیق
اپنے کاندھوں پہ محمد ﷺ کو اٹھائے صدیق   غار لے جاکے بہ آرام لٹائے صدیق
اپنا زانوئے ادب تکیہ بنائے صدیق   کاٹ لے سانپ تو ایڑھی نہ ہٹائے صدیق
ثبتِ قرآں جو ہوئی گفتگوئے لاتحزن   ہم سمجھتے ہیں اسے مہرِ بقائے صدیق
کل اثاثہ رہِ مولیٰ میں لٹانے والا   لائقِ دید ہے معیارِ غنائے صدیق
بعدِ مردن بھی دیا ساتھ نبی ﷺ کا اس نے   وقفِ پہلوئے نبی ﷺ ایک برائے صدیق
طبعِ ناسازِ نبی ﷺ تارکِ سجادۂ پاک   کر سکا کوئی امامت نہ سوائے صدیق
دل نچھاور کیے دیتے ہیں مسلماں اس پر   وہ پیمبر پہ فدا سب ہیں فدائے صدیق

محمد عبدالحمید صدیقی نظرؔ لکھنوی

حاکموں کے لیے استثنا۔۔۔ غیر اسلامی قانون

مولانا امین احسن اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ

ایک اسلامی دستور کی ضروری خصوصیت یہ ہے کہ اس کے اندر ایگزیکٹو (executive) [انتظامیہ] کی ساری مطلق العنانیوں کا پوری طرح سد باب کر دیا جائے۔ عام رعایا جس قانون کی تابع ہو، ایگزیکٹو کے ارکان بھی اُسی قانون کے تابع ہوں۔ جس طرح عام رعایا کو اُن کی بدکرداریوں پر عدالتوں میں مقدمہ چلا کر سزا دلائی جا سکتی ہے، اُسی طرح ایگزیکٹو کے بڑے سے بڑے ارکان کو بھی اُن کی بدکرداریوں پر عام عدالتوں میں، عام قانون کے ماتحت مقدمہ چلا کر سزا دلائی جا سکتی ہو۔ اسلامی شریعت میں ایگزیکٹو کا منصب صرف خدا کی شریعت کی تنفیذ اور اس کا اجرا ہے۔ اُن کو ہرگز یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ خدا کی شریعت میں کوئی تغیر کر سکیں، یا اس کے کسی جزو کو منسوخ کر سکیں، یا اُس کے کسی حصے کو من مانے قوانین سے بدل سکیں۔

اسلامی شریعت کے اندر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اُسی طرح اللہ کے قوانین کے تابع ہیں، جس طرح ایک عام مسلمان اِن قوانین کے تابع ہے۔ اِس وجہ سے اسلامی نظام کے اندر ایگزیکٹو کا کوئی اُونچا سے اُونچا فرد بھی یہ حق نہیں رکھتا کہ وہ اپنے لیے قانون سے بالاتر کوئی مقام مخصوص کرانے کی کوشش کرے، یا قانون کو معطل یا ملتوی کرنے کی جرأت کرے۔ اسلامی قانون خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بنایا ہوا ہے، اور خدا اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی یہ حق حاصل ہے کہ وہ اُس کے اندر ترمیم یا تغیر کر سکیں، کسی دوسرے کا یہ منصب نہیں ہے کہ وہ اس کے اندر سرِ مُو تغیر کر سکے۔

اگر آپ نے اپنے دستور کے اندر کوئی ایسا خلا چھوڑا، جو آپ کے ایگزیکٹو کے ارکان کو اس بات کا موقع دیتا ہو کہ وہ کسی پہلو سے اپنے آپ کو عام قانون سے بالاتر بنا سکیں، تو آپ اس ملک میں قیصر و کسریٰ کا نظام ہی لائیں گے، وہ نظام نہیں لائیں گے جو حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے قائم کیا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے جو نظام قائم کیا تھا، اُس کی سب سے بڑی خصوصیت کا اظہار خود حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس طرح فرما دیا تھا کہ ''میں تمھارے اندر خدا کی شریعت کو جاری کرنے والا ہوں، اپنی طرف سے کوئی نئی بات کرنے والا نہیں ہوں، اور اگر میں اس شریعت سے سرِ مُو انحراف کروں تو تم مجھے ٹھیک کر دینا''۔

اسی طرح عدلیہ سے متعلق بھی دستور میں چند باتوں کی تصریح نہایت ضروری ہے، جو عدلیہ کے مزاج کو اسلامی بنانے کے لیے ضروری ہیں:

آزاد ہو:

پہلی چیز یہ ہے کہ عدلیہ کو ایگزیکٹو کی ہر قسم کی مداخلت کے امکانات سے بالکل محفوظ کیا جائے، تاکہ بے لاگ انصاف جو ہر عدلیہ کے قیام کا اصلی مقصد ہے، ہر شخص کو حاصل ہو سکے۔

مفت انصاف مہیا ہو:

دوسری چیز یہ ہے کہ ہر باشندۂ ملک کے لیے مفت عدل و انصاف مہیا کرنے کی ذمہ داری لی جائے، تاکہ ہر مظلوم بغیر کوئی قیمت ادا کیے انصاف حاصل کر سکے۔ اسلامی نظام میں ہر مظلوم کا حکومت پر یہ حق ہو جاتا ہے کہ اُس کی داد رسی ہو، اُس کو اُس کا چھنا ہوا حق ملے، اور اُس کے ساتھ انصاف کیا جائے۔ یہ بات نہایت ہی شرمناک ہے کہ ایک شخص کو اپنا واجبی حق حاصل کرنے کے لیے قیمت ادا کرنی پڑے۔ جس نظام میں لوگوں کو اپنے واجبی حقوق حاصل کرنے کے لیے بھی قیمت ادا کرنی پڑتی ہو، وہ نظام ہرگز اسلامی نظام نہیں ہو سکتا۔ خلافتِ راشدہ میں کسی شخص کو بھی اپنی مظلومیت کی داد حاصل کرنے کے لیے کوئی قیمت نہیں ادا کرنی پڑتی تھی۔ جو شخص مظلوم ہوتا حکومت پر اُس کا یہ ناقابلِ انکار حق قائم ہو جاتا کہ وہ اُس کے لیے انصاف مہیا کرے۔

یکساں قانون و نظامِ عدالت :

تیسری چیز یہ ہے کہ ہمارے دستور میں اس بات کی ضمانت دی جائے کہ راعی اور رعایا، حاکم اور محکوم، امیر اور مامور ہر ایک کے لیے ایک ہی قانون اور ایک ہی نظامِ عدالت ہوگا۔

اسلامی شریعت میں اس بات کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ قانون اور نظامِ عدالت میں کسی قسم کی تفریق کی جا سکے۔ جاہلی نظاموں میں قانونی مساوات کا دعویٰ تو بڑی بلند آہنگی سے کیا جاتا ہے اور ہر ملک کے دستور میں قولاً اس بات کی ضمانت دی جاتی ہے کہ قانون کی نگاہ میں سب برابر ہوں گے، لیکن عملاً نہ صرف ایگزیکٹو کے ارکان، نہ صرف جمہوریتوں کے صدر، نہ صرف ملک کے بادشاہ، بلکہ بعض حالات میں پارلیمنٹوں کے ارکان اور ملک کے دوسرے شرفا و اعیان کو بھی عام قانون اور عدالتوں کی داروگیر سے بالکل بالاتر کر دیا جاتا ہے۔

یہ صورت حال ایک خالص جاہلی صورتِ حال ہے، جس کو اسلام سے کوئی دُور کا بھی تعلق نہیں۔ اسلام میں غریب اور امیر، امیر اور مامور سب کے لیے ہر حالت میں ایک ہی قانون اور ایک ہی نظام عدالت ہے، اور اسلام نے اِس بات کو کسی حال میں رَوا نہیں رکھا ہے کہ قانون اور عدالت کے نظام میں سرِ مُو کوئی تفریق کی جائے۔

یہ مسئلہ کوئی استنباطی اور اجتہادی مسئلہ نہیں ہے، بلکہ اس کے بارے میں قرآن اور پیغمبر ﷺ کی واضح تصریحات بھی موجود ہیں اور نبی ﷺ اور خلفائے راشدین کے عہد کی متعدد عملی اور واقعاتی شہادتیں بھی موجود ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بعض ترفع پسند سرکاری حکام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے حکومت کی ساکھ قائم رکھنے کے لیے یہ خیال پیش کیا تھا کہ ایگزیکٹو کے ارکان کو عام قانون اور عام عدالتوں کی داروگیر سے ایک حد تک بالاتر کر دیا جائے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کی اس بات کو تسلیم نہیں کیا اور صاف صاف یہ فرمایا کہ اسلامی شریعت میں جب محمد رسول اللہ ﷺ کو قانون سے بالاتر کوئی جگہ حاصل نہیں تھی تو میں کسی دوسرے کو قانون اور عدالت کی داروگیر سے، کسی درجے میں بھی سہی، کس طرح بالاتر قرار دے سکتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس اعلان نے اس حقیقت کو بالکل غیر مشتبہ طور پر واضح کر دیا کہ اسلام نے ہر شخص کے لیے قانونی مساوات کا جو حق تسلیم کیا ہے، وہ حق ایسا نہیں ہے جو ایک طرف قانونی مساوات کے بلند بانگ دعوے کے ساتھ لوگوں کو دیا جائے اور دوسری طرف انتظامی قوانین (Administrative Laws) کے ہتھکنڈوں کے ذریعے اِس حق کو بالکل سلب کر لیا جائے اور معاشرے کے اکابر مجرمین کو قانون اور عدالت سب کی گرفت سے بالکل آزاد کر دیا جائے، تاکہ وہ خدا کی زمین کو ظلم اور فساد سے بے روک ٹوک بھرتے رہیں۔

اسلام نے جس قانونی مساوات سے دنیا کو آشنا کیا ہے اُس کی میزان میں فاطمہ بنت محمد ﷺ اور ایک معمولی بدوی عورت بالکل مساوی درجے پر ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک معمولی بدوی کی پشت پر جس طرح کوڑے لگوا دیتے تھے اُسی طرح ایک بڑے سے بڑے گورنر اور بڑے سے بڑے فاتح کو بھی، اگر کسی جرم کا مرتکب پاتے تو بے تکلف عام قانون کے تحت اُس کو سزا دلوا دیتے۔ وہ جس قانون کو دوسروں پر جاری کرتے تھے، اپنے آپ کو بھی اسی قانون کے ماتحت سمجھتے تھے، اور برابر یہ کہا کرتے تھے کہ جس طرح میں دوسروں کو انصاف کے آگے جھکاؤں گا، اسی طرح خود اپنے آپ کو بھی انصاف کے آگے جھکاؤں گا۔

کتاب و سنت - ماخذِ قانون سازی :

مقننہ سے متعلق ہمارے دستور کو اس بات کی تصریح کرنی چاہیے کہ وہ قانون سازی کے معاملے میں اوّل تو کتاب و سنت کو اصل ماخذ تسلیم کرے گی۔ ثانیاً، وہ کتاب و سنت اور اجماعِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے حدود کے خلاف کبھی کوئی قدم نہ اُٹھائے گی۔ عام تدابیر اور مصالح کے لیے اُس کو قانون سازی کا حق حاصل ہے، لیکن یہ حق اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ کوئی قانونِ خدا اور رسول ﷺ اور اجماعِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف نہیں بنایا جائے گا۔ جو قانون خدا، اس کے رسول ﷺ اور اجماعِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف ہو، وہ اسلام میں باطل ہے۔

اسی طرح ہمارے ائمہ اور فقہا نے جو اجتہادات فرمائے ہیں، وہ بڑی قدر و قیمت رکھتے ہیں۔ ہمارے ائمہ اجتہاد کی تمام شرائط کے حامل تھے

اس لیے، اگرچہ ان کے اجتہادات اور استنباطات کو غلطی سے مبرا نہ قرار دیا جاسکے، تاہم یہ کہنا کچھ بے جا نہیں ہے کہ بحیثیتِ مجموعی حق و صواب سے جس قدر اقرب ان کا اجتہاد ہے دوسروں کا اجتہاد نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کوئی ایسا اجتہاد جو تمام ائمہ کے اجتہاد سے مختلف ہو، نہ عامۃ المسلمین کو مطمئن کرسکے گا، نہ اہلِ علم کو۔ پس، حق سے قریب تر راہ اس معاملے میں یہ ہے کہ کوئی ایسا قانون نہ بنایا جائے جو تمام اہلِ سنت کے اجتہاد کے خلاف ہو۔

(روداد جماعت اسلامی، ششم، ص ۳۳۲-۳۳۷)

رندان فرانسیس کا میخانہ سلامت پر ہے مئے گلرنگ سے ہر شیشہ حلب کا

ہے خاک فلسطیں پہ یہودی کا اگر حق ہسپانیہ پر حق نہیں کیوں اہل عرب کا

مقصد ہے ملوکیت انگلیس کا کچھ اور قصہ نہیں نارنج کا یا شہد و رطب

علامہ محمد اقبال

دینی کام سے معذرت کس کی قبول ہوتی ہے

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ

سورۃ التوبہ میں ارشاد ہوا: لَیْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَ لَا عَلَى الْمَرْضٰى وَ لَا عَلَى الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ مَا یُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِیْنَ مِنْ سَبِیْلٍ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۙ﴿۹۱﴾

ترجمہ: ''ضعیف اور بیمار لوگ اور وہ لوگ جو شرکتِ جہاد کے لیے راہ نہیں پاتے، اگر پیچھے رہ جائیں تو کوئی حرج نہیں، جبکہ وہ خلوصِ دل کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کے وفادار ہوں، ایسے محسنین پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور اللہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو لوگ بظاہر معذور ہوں اُن کے لیے بھی مجرد ضعیفی و بیماری یا محض ناداری کافی وجہِ معافی نہیں ہے، بلکہ اُن کی مجبوریاں صرف اس صورت میں ان کے لیے وجہ معافی ہو سکتی ہیں، جبکہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے وفادار ہوں، ورنہ اگر وفاداری موجود نہ ہو تو کوئی شخص صرف اس لیے معاف نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ادائے فرض کے موقع پر بیمار یا نادار تھا۔

خدا صرف ظاہر کو نہیں دیکھتا ہے کہ ایسے سب لوگ جو بیماری کا طبی صداقت نامہ یا بڑھاپے اور جسمانی نقص کا عذر پیش کردیں، اس کے ہاں یکساں معذور قرار دے دیے جائیں اور ان پر سے باز پرس ساقط ہو جائے۔ وہ تو ان میں سے ایک ایک شخص کے دل کا جائزہ لے گا، اور اس کے پورے مخفی و بظاہر برتاؤ کو دیکھے گا اور یہ جانچے گا کہ اس کی معذوری ایک وفادار بندے کی سی معذرت تھی یا ایک غدار اور باغی کی سی۔

ایک شخص ہے کہ جب اُس نے فرض کی پکار سنی تو دل میں لاکھ لاکھ شکر ادا کیا کہ بڑے اچھے موقع پر میں بیمار ہوگیا، ورنہ یہ بلا کسی طرح ٹالے نہ ٹلتی اور خواہ مخواہ مصیبت بھگتنی پڑتی۔ دوسرے شخص نے یہی پکار سنی تو تلملا اٹھا کہ ہائے، کیسے موقع پر اس کم بخت بیماری نے آن دبوچا جو وقت میدان میں نکل کر خدمت انجام دینے کا تھا، وہ کس بری طرح یہاں بستر پر ضائع ہو رہا ہے۔ ایک نے اپنے لیے تو خدمت سے بچنے کا بہانہ پایا ہی تھا، مگر اس کے ساتھ اس نے دوسروں کو بھی اس سے روکنے کی کوشش کی۔ دوسرا اگرچہ خود بسترِ علالت پر مجبور پڑا ہوا تھا مگر وہ برابر اپنے عزیزوں، دوستوں اور بھائیوں کو جہاد کا جوش دلاتا رہا اور اپنے تیمارداروں سے بھی کہتا رہا کہ میرا اللہ مالک ہے، دوا دارو کا انتظام کسی نہ کسی طرح ہو ہی جائے گا، مجھ اکیلے انسان کے لیے تم قیمتی وقت کو ضائع نہ کرو، جسے دین حق کی خدمت میں صرف ہونا چاہیے۔

ایک نے بیماری کے عذر سے گھر بیٹھ کر سارا زمانہ جنگ بددلی پھیلانے، بری خبریں اڑانے، جنگی مساعی کو خراب کرنے اور مجاہدین کے پیچھے ان کے گھر بگاڑنے میں صرف کیا۔ دوسرے نے یہ دیکھ کر کہ میدان میں جانے کے شرف سے وہ محروم رہ گیا ہے، اپنی حد تک پوری کوشش کی کہ گھر کے محاذ (Home Front) کو مضبوط رکھنے میں جو زیادہ سے زیادہ خدمت اس سے بن آئے اسے انجام دے۔ ظاہر کے اعتبار سے تو یہ دونوں ہی معذور ہیں۔ مگر خدا کی نگاہ میں یہ دو مختلف قسم کے معذور کسی طرح یکساں نہیں ہو سکتے۔ خدا کے ہاں معافی اگر ہے تو صرف دوسرے شخص کے لیے، رہا پہلا شخص تو وہ اپنی معذوری کے باوجود غداری و ناوفاداری کا مجرم ہے۔

(انتخاب: انجینئر حافظ نوید احمد رحمۃ اللہ علیہ)

علامہ اقبال کی حیات و خدمات (دوسری قسط)

مولانا حبیب اللہ امجد

فاضل جامعہ فاروقیہ کراچی، واستاذ قرآن اکیڈمی یاسین آباد

علامہ اقبال ایک مشہور شاعر تھے جو مسلمانوں کی تجدید بیداری اور ان کی روحانی و فکری رہنمائی کے علمبردار تھے۔ آپ اپنے آبائی شہر سیالکوٹ سے لاہور منتقل ہوئے، اور وہاں ''گورنمنٹ کالج لاہور'' میں فلسفہ، عربی، انگریزی، مضامین اختیار کر کے B.A کی سند حاصل کی۔ ڈاکٹر صاحب کی خوش بختی یہ تھی کہ انہیں مسٹر آرنلڈ اور سر عبد القادر جیسے نابغۂ روزگار شخصیت سے ملاقات نصیب ہوئی، اور ان حضرات سے خوب علمی استفادہ کیا۔ اس عرصے میں اقبال نے فلسفہ میں امتیاز کے ساتھ ایم، اے کیا اور خوب شہرت حاصل کی، اور اس علمی شہرت کے بعد اورنٹیل کالج لاہور میں بحیثیت لیکچرار تاریخ، فلسفہ اور سیاسیات میں آپ کا تقرر ہوا۔ اس کے بعد آپ نے 1905ء میں کیمبرج میں داخلہ لیا، فلسفہ اور معاشیات میں امتیازی نمبرات حاصل کر کے تین سال لندن میں قیام پذیر رہے۔ حوالہ : نقوش اقبال از مولانا ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

عالم اسلام کی زبوں حالی اور اقبال کی نغمہ خواہی :

1910ء میں طرابلس اور بلقان کی جنگوں نے اقبال پر اتنا شدید اثر ڈالا کہ قلبی ضرب کاری کی وجہ سے تلملا اٹھے۔ جس کی وجہ سے اقبال کے دل میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یورپی تہذیب اور سامراجی قوت کے خلاف نفرت پیدا ہوگئی۔ جس کا اظہار انہوں نے رنج والم سے بھرپور نظموں کی صورت میں پیش کیا جو کہ دراصل مسلمانوں کے دلوں کی ترجمانی تھی، مثلاً بلادِ اسلامیہ، وطنیت، ہلال عید، مسلم، فاطمہ بنت عبداللہ، صدیق، بلال، تہذیب حاضر وغیرہ۔

اقبال بحیثیت مصور پاکستان :

1930ء میں الہ آباد شہر میں مسلم لیگ کے اجلاس میں پہلی بار انہوں نے خطبۂ صدارت میں ''نظریہ پاکستان'' پیش کیا۔ اور پنجاب کے قانون ساز کے ممبر مقرر ہوئے۔ 1930ء اور 1931ء میں لندن میں مسلمانوں کی نمائندگی کرتے ہوئے گول میز کانفرنس میں شرکت کی۔ اس دوران انہیں فرانس، اسپین، اور اٹلی کی حکومتوں کی طرف سے دورے کی دعوت دی گئی، ڈاکٹر صاحب نے اسپین اور اٹلی کا دورہ کیا، وہاں پر انہوں نے اسلامی آرٹ پر خطبات پیش کیے۔

این سعادت بزور بازو نیست :

اسپین میں مسلمانوں کے تقریباً (800) آٹھ سو سالہ حکومت کے خاتمے پر جب اقبال پہلی مرتبہ قرطبہ کی جامع مسجد میں گئے۔ تو مسلمانوں کے یادرفتہ پر پھوٹ پھوٹ کر روئے۔ جس کا اظہار انہوں نے اپنی مشہور زمانہ نظم ''مسجد قرطبہ'' میں پیش کیا۔

اقبال کی دروں سوزی اور جذبہ ایمانی :

مسجد قرطبہ میں جو واقعہ پیش آیا وہ اس طرح ہے کہ اقبال مسجد قرطبہ پہنچنے کے بعد ایک پادری سے جو مسجد کی نگہبانی پر مامور تھا۔ مسجد میں نماز پڑھنے کی خواہش ظاہر کی، پادری نے سن کر تأمل کا اظہار کیا، اس پر اقبال نے فرمایا: تعجب ہے تم مسیحی ہم سے اس قسم کا سلوک روا رکھتے ہو، حالانکہ ہم نے تم سے کبھی اس قسم کا سلوک نہیں کیا۔ پادری اس فقرہ سے کسی قدر متاثر ہوئے، تو پادری نے کہا آپ یہیں پر ٹھہریں، میں بڑے پادری سے پوچھ کر آتا ہوں۔ پادری جب تک واپس آتے ڈاکٹر صاحب ''نماز عشق'' پڑھ چکے تھے۔

حوالہ روزگارِ فقیر از جناب وحید الدین رحمۃ اللہ علیہ

ہے تیری شان کے شایاں اسی مومن کی نماز
جس کی تکبیر میں ہو معرکۂ بود و نبود!
ہے میری بانگ اذاں میں نہ بلندی نہ شکوہ
کیا گوارا ہے تجھے ایسے مسلمان کا سجود

(ضرب کلیم)

ڈاکٹر اقبال مسلمانوں کی اس انداز بے اعتنائی اور جذبہ عشق و مستی سے خالی۔ معرکہ بود و نبود سے نکل کر۔ وہ بانگ اذاں دی ہے۔ جس میں بلندی و شکوہ ہو بالآخر جذبہٗ و مستی سے بے ضبط ہو کر اقبال نے وہ نماز پڑھی جو نماز مومن کی شایان شان ہے۔

عشق ہستی نے کیا ضبط نفس مجھ پر حرام
کہ گرہ غنچے کی کھلتی نہیں بے موج نسیم

مجھے ہے حکم اذاں، لا الٰہ الا اللہ :

یہی نہیں کہ ڈاکٹر اقبال نے مسجد قرطبہ میں نماز پڑھی، بلکہ انہوں نے اس میں اذان بھی دی۔ ڈاکٹر اقبال نے خود ایک خط میں سید امجد علی صاحب کو تحریر کیا ہے کہ اس نادر الوجود مسجد جس کو عیسائیوں نے کلیسا میں تبدیل کر دیا ہے، اس میں اذان دی، کئی صدیوں کے بعد وہاں اللہ اور رسول کا نام بلند کیا۔
حوالہ روزگار فقیر صفحہ نمبر 139

کلام اقبال کی خصوصیاتِ ثلاثہ :

(1) پہلا عنصر - کلام اقبال کی خصوصیت

اقبال کے کلام ہمارے اندر ایسا جوش و جذبہ پیدا کرتا ہے کہ ہمارے شعور و احساس کو جھنجھوڑ کر قلب و جگر میں سوز و گداز پیدا کر دیتا ہے۔ مادیت کی زنجیریں پگھل جاتی ہیں۔ فاسد معاشرہ اور باطل مادیت کو ضرب کاری لگاتا ہے۔ سینہ میں ایمانی طاقت اور بے چین روح پیدا کرتا ہے۔

خرد نے مجھ کو عطا کی نظرِ حکیمانہ
سکھائی عشق نے مجھ کو حدیث رندانہ
میری نوائے پریشاں کو شاعری نہ سمجھ
کہ میں ہوں محرم رازِ درونِ میخانہ

(2) دوسرا عنصر : فہم قرآنی

اقبال کے عنفوانِ شباب کا زمانہ اگرچہ یورپ کے خیرہ کر دینے والی چکا چوند ماحول میں گزری۔ لیکن ذوق قرآنی اور شغف قرآن نے ان کے دل و دماغ میں ایسا اثر ڈالا کہ ہر سوچ، ہر فکر اور ہر عمل کو دستور قرآنی پر پرکھتے تھے۔ اس کی وجہ خاص : ان کے والد صاحب کی نگرانی، تربیت صلاح اور تقویٰ کا اثر تھا۔ اقبال خود فرماتے ہیں کہ میں روزانہ فجر کی نماز کے بعد تلاوت کرتا تھا تو میرے والد صاحب مجھ سے پوچھتے کیا کر رہے ہو! تو میں کہتا ''تلاوت کر رہا ہوں'' یہ معمول طویل مدت تک چلتا رہا۔ آخر ایک دن اقبال نے پوچھا۔ ابا جان! آپ روزانہ مجھ سے پوچھتے ہیں، تو میں ایک ہی جواب دیتا ہوں پھر آپ خاموش ہو کر چلے جاتے ہیں۔ تو والد صاحب نے جواب میں فرمایا ''تم قرآن اس طرح پڑھا کرو جیسے قرآن اس وقت تم پر نازل ہو رہا ہے''۔
اس کے بعد اقبال نے روزانہ قرآن سمجھ کر پڑھنا شروع کیا۔ اس کا اظہار انہوں نے ایک شعر میں اس طرح کیا۔

تیرے ضمیر پر جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ کشاف

جاری ہے۔۔۔

انسان، خاک سے نور تک کا سفر

بنت عبدالمجید

طالبہ رجوع الی القرآن کورس سال دوم، قرآن اکیڈمی یاسین آباد

تن آدمی خاکی ہے مگر شرف ہے اس کو
کہ اس کے اندر روشن ہے فروغ روح قدسی

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک خاص وجود اور خاص مقصد کے ساتھ دنیا میں بھیجا اور انسان کے وجود کی حقیقت روح اور جسم کے امتزاج سے تکمیل پائی۔ جسم مٹی سے بنایا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ﴿٢٦﴾ [الحجر: 26] ترجمہ: ''اور یقیناً ہم نے انسان کو بنایا سنے ہوئے گارے کی کھنکھناتی ہوئی مٹی سے''۔ انسان کو جو جسم دیا وہ مٹی کا، فانی ہو جانے والا، اب اس جسم کو ایک متحرک کردینے والی چیز کی ضرورت تھی، وہ روح تھی، کیونکہ روح کے بغیر جسم کی کوئی حقیقت نہیں۔ اصل زندگی روح ہے، روح جسم میں داخل ہوتی ہے تو وہ زندہ ہو جاتا ہے، نکل جاتی ہے تو مردہ، کیونکہ وہ فانی ہے، محدود ہے، روح غیر مادی اور اللہ کی خاص تخلیق ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ ۖ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي [الاسراء: 85] ترجمہ: ''اور (اے نبی ﷺ!) یہ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں روح کے بارے میں، آپ فرما دیجیے کہ روح میرے رب کے امر میں سے ہے''۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس امتزاج میں کس کو ترجیح دی جائے، کیونکہ ایک جز: مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ اور دوسرا جز: مِن رُّوحِهِ ہے۔ آیا جو چیز فانی ہے، مٹی ہو جانا ہے اس کی دیکھ بھال میں وقت لگانا، محنت کرنا اور مقصد حیات بنانا یا جو روح لافانی ہے، اپنے رب کے آگے جوابدہ ہے اس کی تقویت کو فوقیت دینی ہے یا جسم کو فوقیت دینی ہے۔ حضرت علی ہجویری اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہما (احیاء علوم الدین) میں بیان فرماتے ہیں کہ انسان کی کامیابی جسم کو سنوارنے میں نہیں، بلکہ روح کی صفائی اور تزکیہ میں ہے۔ ؎

جسم کو سنوارنے میں لگا عرصہ حیات
روح رہ گئی گم گشتہ حیات

حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب کشف المحجوب میں بیان کرتے ہیں کہ چونکہ اس زمانے میں روحیں اپنی جسموں کے ساتھ ملحق ہو کر مقام اخلاص سے ہٹ کر ایسی مغرور ہو گئی ہیں کہ ان کی عقلیں اسرار الہیٰ کے ادراک سے عاجز اور وہ روحیں قرب حق سے مستور و محجوب ہو گئی ہیں، جس کا انجام یہ ہوا کہ آدمی اپنی پستی کے سبب غفلت کی تاریکی میں غرق ہو گیا اور مقام خصوصیت میں اپنی پستی کے حجاب کے سبب عیب دار بن گیا۔ ؎

میری عمر کا سرمایہ حیات
میرے جسم کی زیبائش ہے

آج کے انسان نے جسم کو کیسے سنوارا اور روح کو کیسے نظر انداز کیا، یہ وہ حقیقت ہے جس سے ہر دوسرا شخص دوچار ہے۔ وہ عوامل، وہ محرکات جو ہماری روزمرہ کی ضروریات جن میں لباس، خوراک، آرام، صحت، زیبائش، میک اپ، خوشبوجات، دوائیں، صفائی، معاش، جنسی تقاضے، نیند اور زیورات وہ تمام چیزیں ہیں جو ہر جسم عمومی چاہتا ہے۔ لیکن ان ہی کو زندگی کا مقصد بنا لیا اور وہ ان کے حصول میں اتنا گم ہو گیا کہ اس میں حرام حلال کی تمیز ختم ہو گئی اور ساتھ ساتھ وہ تمام اسراف زندگی کا حصہ بننے لگے جو اللہ کی طرف سے منکرات میں شامل ہیں۔ جیسے کہ مخلوط محفلیں شادی بیاہ، تعلیمی

ادارے، نوکری کرنے کے لیے بنائے گئے ادارے، یہاں تک کہ نکاح جیسا رشتہ بھی مخلوط محفلوں میں سر انجام دیا جانے لگا۔ عورت نمائش کا آلہ بن گئی، پردہ ختم ہو کر فحش لباس اور عورت کو کسی بھی چھوٹی سی چھوٹی برانڈ کی فروخت کے لیے اشتہاری چیز بنا دیا۔ بیوٹی پالر آباد، ہوٹل، تفریح گاہیں، پارک، دستر خوان، بازار میں کثرت تعداد کی وجہ سے عوام کا جم غفیر لگا رہتا ہے، ہر جگہ چائے خانے اور شور و غل کے نام پر کنسرٹ لگنے لگے، دنیا کے خوگروں نے اور مال کی کثرت نے انسان کو دنیاوی کامیابی اور جسمانی آسائشات تو فراہم کر دی لیکن اس کے اندر اس کی روح بے سکون، بے چین اور مضطرب چھوڑ دی۔

اسلام کے نزدیک:

انسان کے جسم کا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا روح کا۔ حدیث میں بیان فرمایا: تمہارے جسم کا بھی حق ہے، تمہاری روح کا بھی حق ہے اور تمہارے رب کا بھی حق ہے تو ہر ایک کو اس کا حق دو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ [الاعراف: 31] ترجمہ: ''اے آدم کی اولاد اپنی زینت استوار کیا کرو ہر نماز کے وقت اور کھاؤ پیو، البتہ اسراف نہ کرو، یقیناً وہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا''۔

یہاں بنی آدم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا کہ دنیاوی چیزیں تمہارے لیے بنائی گئی ہیں، ان سے استفادہ حاصل کرو، ان کو زندگی نہ بنا لو کیونکہ یہی اسراف تمہیں اخروی خسارے میں نہ ڈال دے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ (صحيح مسلم، رقم الحديث: 2956) ترجمہ: ''دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے''۔

قرآن کہتا ہے: اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ [الرعد: 28] یعنی روح کا سکون دنیا میں نہیں، اللہ کی یاد اور قرب میں ہے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ (مثنوی میں) فرماتے ہیں: ''جسم خاک کی طرف جھکتا ہے اور روح افلاک کی طرف''۔

ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک: ''نفس دنیا کی طرف بھاگتا ہے اور روح آسمان کی طرف اور ان دونوں کے درمیان جسم کھینچا جاتا ہے''۔

میں تیری خاموش ہم سفر، تیری اصل پہچان ہوں
میں ہی تیری روشنی، تیری جاں کی جاں ہوں

دنیا کی طلب نے روح کو پراگندہ کیا اور اللہ سے خود کو دور کر دیا، اگر میں اپنی تحریر کو چند نکات میں سمونے کی کوشش کروں اور اختصار سے کام لوں تو اتنا ہی کہنا کافی ہوگا۔

روح نے جسم کو زندگی بخشی
نفس نے روح کو آلودہ کیا
انسان نے جسم کو سنوار لیا
پر روح کو شرمسار کیا

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝ [الشمس: 9 - 10] ''کامیاب ہوا وہ جس نے اپنی روح کو پاک کیا۔ اور ناکام ہوا جس نے اسے آلودہ کیا''۔

اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیْكَ

حامد علی

طالب علم رجوع الی القرآن کورس سال دوم، قرآن اکیڈمی یاسین آباد

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انسان کے ذمے بہت سارے حقوق و فرائض رکھے ہیں۔ جن کا ادا کرنا انسان کے لیے لازمی کردیا گیا ہے، اور انسان کو اُس کا مکلف بنایا گیا ہے، جس کی باز پرس روز محشر کی جائے گی۔ اب جو ہستی انسان کی جتنی بڑی محسن ہے، اس کا انسان پر اتنا ہی بڑا حق ہے۔ انسان کے لیے سب سے بڑی محسن ہستی اس کا رب ہے، جس نے اس کو پیدا فرمایا ہے۔ اس کو نا معلوم سے معلوم بنا دیا، وہی ہستی محسنِ حقیقی ہے، اور اس محسنِ حقیقی نے اس کرہ ارضی کو اسباب اور افراد سے جوڑا ہے۔ اس کرہ ارضی کا نظام منظم طریقے سے چل سکے اس کے لیے ضروری ہے کہ حقوق و فرائض کا تعین بھی کیا جائے۔ اب اگر انسانیت خود اس کا تعین کرنے بیٹھے گی تو در بدر ٹھوکریں کھائے گی۔ جیسے آج خدا کی معرفت اور اس کی پہچان سے ناواقف تہذیب در بدر ٹھوکریں کھا رہی ہے۔ جن کہ یہاں کبھی کتے بلی کے حقوق انسان سے بڑھ جاتے اور کبھی خود کتے بلی بن جاتے ہیں۔ بہر حال دین اسلام کہ ماننے والوں کے محسنِ حقیقی نے ہر فرد کے دوسرے فرد پر کیا حقوق و فرائض ہیں ان کو متعین کردیا ہیں۔ محسنِ حقیقی نے اپنی ذات اقدس کے بعد جن کے حق کو سب سے زیادہ بتلایا ہے وہ انسان کے والدین ہیں، جو اس فرد کے اس دنیا میں آنے کا سبب ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے جہاں بھی اپنے حقوق کا تذکرہ فرمایا اس کے ساتھ ہی متصل والدین کے حقوق کا بھی تذکرہ فرمایا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا [النسآء: 36]

ترجمہ: اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا [الاسراء: 23]

ترجمہ: اور تیرے رب نے فیصلہ کردیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر کبھی تیرے پاس دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ ہی جائیں، تو ان دونوں کو اف مت کہہ، اور نہ انہیں جھڑک اور ان سے بہت کرم والی بات کہہ۔

ان دونوں آیات کریمہ میں اللہ رب العزت نے بڑے شد و مد کے ساتھ وضاحت فرمادی کہ میرا یہ حق ہے کہ میری ذات و صفات میں کسی کو شریک نہ کیا جائے، اور اپنے اس عظیم حق کے بیان کے ساتھ ہی متصل اپنے بندوں کے حقوق میں سے سب سے افضل حق جو کہ والدین کا قرار دیا ہے، اس کو بیان فرمادیا ہے کہ والدین کے ساتھ احسان کا معاملہ کیا جائے۔

اب یہاں پر دیکھیے دینی اصطلاحات میں سب سے اہم اصطلاح ''احسان'' کو استعمال کیا گیا ہے، یعنی والدین کے ساتھ معاملہ عام انسانوں والا نہیں کیا جائے گا، بلکہ درجہ احسان کے مطابق کیا جائے گا۔ اس درجہ احسان کی تشریح ہمیں حدیث جبریل میں عبادت کے حوالے سے مل جاتی کہ اس قدر معرفتِ الٰہی میں ڈوب کر خشوع و خضوع کے ساتھ عبادت کرنا کہ گویا انسان اللہ کو دیکھ رہا ہے۔ اب اگر اس حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے حقوق الوالدین پر قیاس کیا جائے تو از خود معنی واضح ہو جاتا ہے کہ اس طرز پر حقوق کی ادائیگی کرنا جو سب سے اعلیٰ صورت ہو، اور اس اعلیٰ ترین صورت کو بھی بیان فرمادیا کہ والدین کہ سامنے لفظ ''اُف'' کو بھی استعمال نہ کرو، یہ صرف لفظ اُف نہیں، بلکہ کیفیت کا بیان ہے۔ یعنی کسی معاملے میں تنگ آ کر اکتاہٹ کا اظہار کرنا جس کے لیے لفظ کوئی اور بھی استعمال ہو سکتا۔ ویسے تو یہ طرز عمل ساری زندگی میں ہی ہونا چاہیے کہ والدین سے اس طرح کا رویہ اختیار نہ کیا جائے۔ لیکن بڑھاپے کے ساتھ خصوصی قید بھی لگادی اور متنبہ کردیا گیا، کیونکہ اس وقت ان کی نفسیاتی کیفیت میں کمزوری آجاتی ہے، اور حساسیت میں اضافہ ہو جاتا ہے، اور اس طرح کا رویہ ان کے سینوں کو چھلنی کرنے کا مترادف ہوتا ہے۔ عمر کے آخری

حصے میں انسان بچوں کی طرح زد کرنے لگتا ہے تو فرمایا انہیں جھڑکنا نہیں، بلکہ ان کے ساتھ بڑی آہستگی سے نرمی سے بات کرنا، اپنی زبان کی تیزی ان کے سامنے نہ دکھانا۔

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا [الاسراء: 24]

ترجمہ: اور رحم دلی سے ان کے لیے تواضع کا بازو جھکائے اور کہہ اے میرے رب! ان دونوں پر رحم کر جیسے انہوں نے چھوٹا ہونے کی حالت میں مجھے پالا۔

مزید اخلاقی تعلیم دی جا رہی ہے اور جس قطعیت اور جامعیت کے ساتھ اللہ کریم نے اس کو بیان فرمایا ہے۔ ایسا زوردار انداز کسی اور رشتے کے لیے اختیار نہیں فرمایا، کہ ٹھیک ہے تمہارے بازوں میں طاقت بھی ہوگی، ہو سکتا ہے کہیں سربراہ ادارہ بھی ہو، ہو سکتا ہے کہیں تعلیم وادب کہ حلقوں میں عزت و مقام بھی حاصل ہو اور لوگ تمہارے سامنے کندھے جھکاتے ہو، لیکن والدین کے سامنے یہ جسم و قوت کا ناز اور علم وادب کا بول بالا تمہیں گستاخ نہ بنا دے، بلکہ عاجزی کے ساتھ ان کے سامنے کندھوں کو جھکائے رکھنا۔ اس قدر تفصیل کے ساتھ کسی اور رشتہ کے لیے ادب واحترام کے مسائل کا بیان قرآن حکیم میں وارد نہیں ہوا۔ اس سے انسان خود اس کی تاکید وحصر کا اندازہ لگالے۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۭ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ [لقمان: 14]

ترجمہ: اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی ہے، اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری کی حالت میں اسے اٹھائے رکھا اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے کہ میرا شکر کر اور اپنے ماں باپ کا، میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ۭ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۭ [الاحقاف: 15]

ترجمہ: اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کی تاکید کی، اس کی ماں نے اسے ناگواری کی حالت میں اٹھائے رکھا۔

مزید اس میں اور زیادہ حصر کا اسلوب پیدا کرنے کے لیے اپنے شکر کے ساتھ فوراً والدین کے شکر کی تعلیم دی جا رہی ہے، اور شکر کیوں کرنا ہے اس کے لیے والدین کے احسانات کو گنوایا جا رہا ہے، اس وجہ سے کہ جب تک نعمتوں کا احساس نہ ہو انسان اس کا شکر صحیح معنوں میں دلی کیفیات کے ساتھ ادا نہیں کر سکتا، اور جس قدر بڑی نعمتیں ہو ان کا احساس بھی اس قدر زیادہ مطلوب ہے۔ اللہ کا شکر اس لیے کہ اس نے نامعلوم سے معلوم ہستی بنایا ہے، اور اللہ کی ذاتِ اقدس کو ہی مطلوب ہے، جن کے ذریعے اس نے یہ حیات دی جن کو سبب بنایا اس دنیا میں آنے کا، ان کا بھی شکر ادا کیا جائے۔ اس لیے والدین میں سے بھی والدہ کا حق مقرر کر دیا اور اس کے حوالے سے اس کی مشقتوں کو بیان فرمایا کہ بچہ جب رحم مادر میں ہوتا ہے والدہ کے جسم کی توانائیوں کو اپنی خوراک بناتا ہے۔ آخری عرصہ پیدائش میں بچے کی والدہ دوسروں کے سہارے کی محتاج ہو جاتی ہے، چلنے پھرنے میں مشکلات، اٹھنے بیٹھنے میں مشکلات، نفسیاتی طور پر کمزوری الگ، جسمانی کمزوری الگ، اس کی خاطر کھانے پینے کے انداز بدلے جاتے ہیں۔ والد کی دن رات کی محنت ان دونوں کے جسم کو توانائی فراہم کرنے کے لیے صرف ہو رہی ہوتی ہے، والد درخت کے سایہ کی طرح موجود رہتا ہے، پھر بچہ ولادت کے بعد دو سال تک والدہ کے سینے سے اس کی توانائیوں کو اپنی غذا بناتا ہے۔ راتوں کو بچہ والد، والدہ کی نیندوں میں خلل بنتا ہے۔ ان کی ذاتی خواہشات بچہ کے آنے سے متاثر ہوتی ہے۔ اس محتاج کو ہر وقت ان دونوں کا سہارا چاہیے۔ جیسے جیسے معاملہ آگے بڑھتا ہے اس کی ضروریات بڑھتی جاتی ہے، اور والدین کی مصروفیات اس کی ضروریات کی وجہ سے بڑھتی جاتی ہیں۔ خوراک، لباس، تعلیم، تربیت اور حفاظت ان سب ضروریات کی فراہمی ان کی طرف سے اس کو ملتی ہے۔ یہی وہ وجہ ہے کہ پھر اس پر سب سے زیادہ حق بھی ان دونوں کا ہے۔ اب یہی وقت جو اس پر تھا، وہ وقت پلٹ کر اس کے والدین کی طرف آتا ہے۔

اب اس سے تقاضا اس سے بھی بڑھ کر ہے کہ اب اُن کی خدمت کرے ان کے بازوں بنے، اُن کی خوراک، ان کا لباس، اُن کی ضروریات اب اس کے ذمے ہے۔ اُن کا احسان مند بن کر اُن کے سامنے اپنے شانوں کو گرائے رکھے، اُن کی ایک پکار پر لبیک کی صدائیں بلند کرے، اُن کی کسی بات پر اُف تک کا اظہار نہ کرے، ان کے سامنے اپنی آواز کو پست رکھے، اُن کی بھکی بہکی باتوں سے اس کے ماتھے پر بل تک نہ پڑے، اُن کے بچپنے سے اس طرح لطف اندوز ہو جس طرح کے وہ اس کی چھوٹی چھوٹی باتوں اور اس کے بچپنے سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ وہ جس سے محبت رکھتے ہو ان سے یہ بھی محبت کرے اور اُن کے لیے دعائیں کرے جس طرح وہ اس کی عافیت کے لیے دعائیں کرتے تھے۔ قرآن

حکیم نے اس کو بڑے خوبصورت انداز میں بیان فرمایا ہے :
حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ بَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰى وَالِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ؑ
[الاحقاف: 15]

ترجمہ : یہاں تک کہ جب وہ اپنی پوری قوت کو پہنچا اور چالیس برس کو پہنچ گیا تو اس نے کہا اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر انعام کی ہے اور یہ کہ میں وہ نیک عمل کروں جسے تو پسند کرتا ہے اور میرے لیے میری اولاد میں اصلاح فرما دے۔

یہ وہ شکر کی کیفیت جو انسان سے مطلوب ہے۔ انسان سے مطلوب ہے کہ وہ ان بڑی بڑی نعمتوں کا شعور اپنے اندر اُجاگر کرے۔ ان نعمتوں کو اپنے ذہن میں مستحضر رکھے۔ لیکن ان سب حقوق و فرائض کو اگر انسان خالق کی طرف سے حکم سمجھ کر اور شعور کی کیفیت کے ساتھ ادا کرے گا تو وہ اچھا مسلمان کہلائے گا، جس کا بدلہ وہ آخرت میں پائے گا، اور اگر یہ سارے حقوق محض فطری جذبے کے ساتھ جو اللہ نے ہر انسان میں ودیعت کیا ہے، اُس جذبے کے تحت کمی بیشی کے ساتھ بجا لائے گا تو دنیا کی نظر میں اچھا انسان کہلائے گا، آخرت میں کوئی اجر اس کو حاصل نہ ہوگا۔ ابھی حقوق الوالدین کے حوالے سے کتنی ہی آیات موجود ہے جن کو یہاں ذکر نہیں کیا گیا اور مزید اگر صاحب قرآن جناب رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ کا مطالعہ کیا جائے تو سینکڑوں احادیث والدین کے حقوق کے حوالے سے مل جائے گی۔ اللہ کے نبی ﷺ نے افسوس کا اظہار فرمایا جو والدین میں سے کسی ایک کو پائے اور بخشش نہ کروا سکے، والد کو جنت کا درمیانی دروازہ قرار دیا، والد کی رضا کو اللہ کی رضا قرار دیا۔ اللہ سے دعا ہے کہ اللہ کریم ہمیں والدین کا فرمانبردار بننے کی اور صالح مسلمان بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

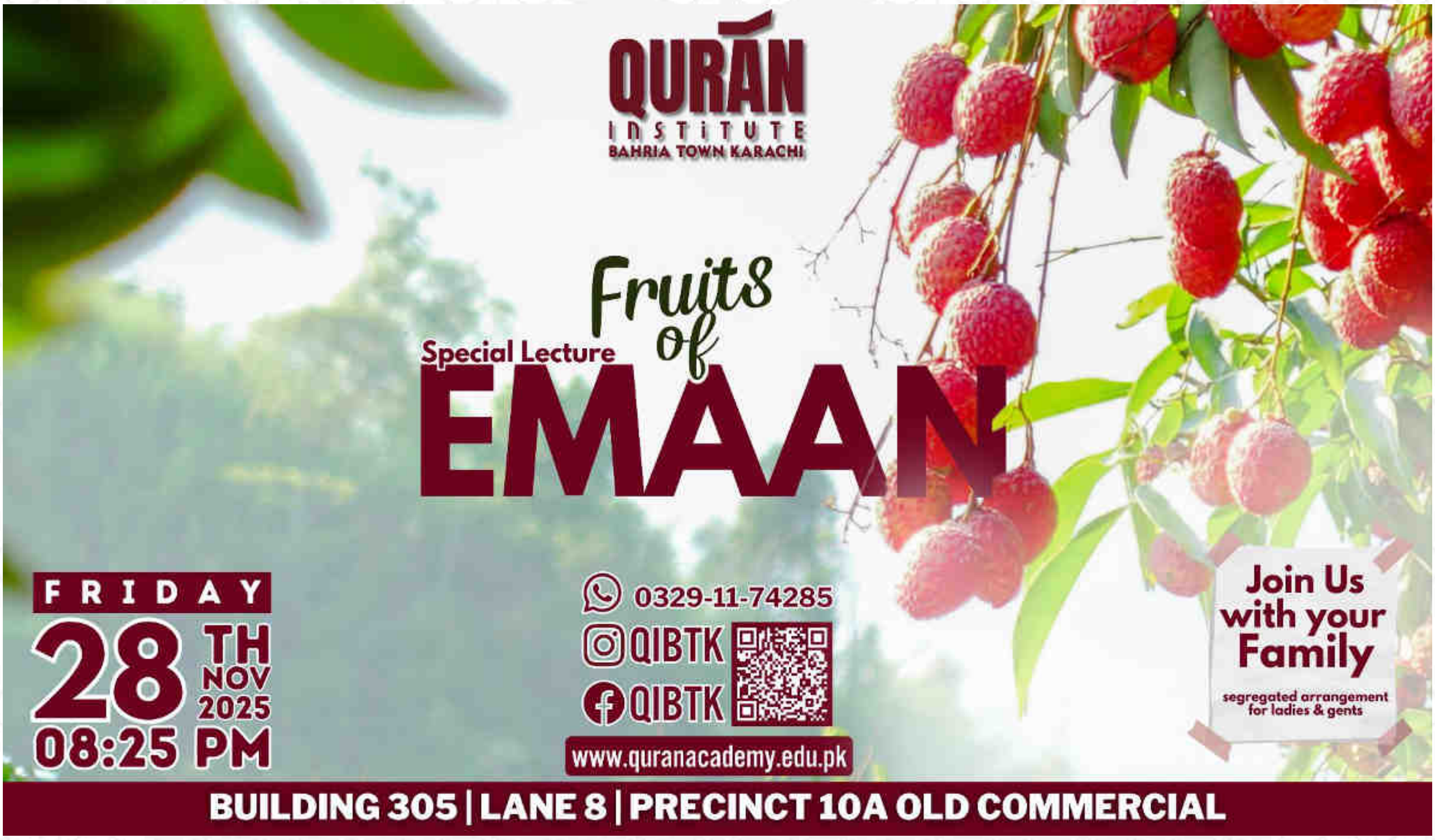

سیرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ (پہلی قسط)

امین اللہ معاویہ

فاضل جامعہ الصفہ، ومعاون شعبہ تصنیف وتالیف قرآن اکیڈمی یاسین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک غیر فانی معجزہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض کا چشمہ کبھی خشک نہیں ہونے پاتا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نمونہ آنکھوں سے کبھی اوجھل نہیں ہوتا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی ضرورتیں زیادہ دیر تک اٹکی نہیں رہتیں، اور وہ اس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشعل نور سے براہ راست مسلسل طریقے پر سینکڑوں مشعلیں روشن ہوتی رہی ہیں، اور قیامت تک ہوتی رہیں گی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل پیروی سے ہر زمانے میں اور تقریباً ہر جگہ کم وبیش ایسے انسان پیدا ہوتے رہے، جن سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد تازہ ہوتی تھی، اور انبیا کی شان نظر آتی تھی، جن سے ظاہر ہوتا کہ اللہ کا کام بند نہیں ہوا، اللہ کا دین زندہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی ہر زمانے میں ممکن ہے اور انہیں کی وجہ سے خاتم النبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی کی عملاً ضرورت نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کفش بردار وداعیانِ دین:

ان بزرگوں کے کئی طبقے ہیں، پہلے اور سب سے اونچے طبقے کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اور جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت وکمالات نبوت کی تکمیل کردی، اسی طرح ان حضرات نے آپ کی کامل پیروی کا حق ادا کردیا، ان کے بعد سلف صالحین، اولیائے کاملین، مجاہدین، مرشدین، مصلحین، مجددین مختلف طبقات ہیں، اور یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تلامذہ ومریدین آپ کے کفش بردار اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کے خادم ہیں۔ ان لوگوں سے اللہ ہمیشہ اپنا کام لیتا رہا۔ ان سے ہزاروں لوگوں کی آنکھیں روشن کیں، ہزاروں کے دل کے کنول کھلائے، ہزاروں کو جگایا، بندوں پر اپنی حجت تمام کی، ان کا ذکر عبادت ہے، ان کی محبت ذخیرہ آخرت ہے، ان کی سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا ایک جزہے، اگرچہ ان میں سے ہر ایک اپنے رنگ میں کامل تھا، لیکن ان کاملوں میں بھی کامل وہ ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نمونہ کامل ہے، جس میں صحابہ کی شان سب سے بڑھ کر تھی، جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مذہب ومقصد کی زیادہ خدمت وترقی ہوئی، جس کی صحبت وتربیت سے ایسی جماعت تیار ہوئی جس نے خیر القرون کی یاد تازہ کردی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت ایک بار ملاحظہ ہو، اور پھر ان بزرگ ہستیوں کی جامعیت پر نظر کی جائے، علم وعمل کے جامع، دین ودنیا کے جامع، شب بیدار وشہسوار، اللہ کے لیے اگر محبت کرتے تھے، تو اللہ ہی کے لیے دشمنی بھی کرتے تھے، نفس کے مجاہدے کے ساتھ کفار سے جہاد بھی کرتے تھے۔ لیکن صحابہ کو چھوڑ کر ذرا پیچھے ہٹ کر دیکھیے، بہت سے لوگوں کے جسم پر یہ مسلم قبا نظر نہیں آئے گی، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نمونہ دیکھنا ہے، تو ان میں سے ایک کو نہیں دیکھنا چاہیے، ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کا ناقص تصور ہوگا، اس لیے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تئیس سالہ زندگی کے صرف مخصوص اوقات کا نمونہ ہیں، اگر کامل نمونہ دیکھنا ہے تو سب کو جمع کرکے دیکھنا چاہیے۔ ؎

ایں خانہ تمام آفتاب است

صحابہ کی صف کو چھوڑ کر کہ ہر صف میں چند ایسے لوگ نظر آئیں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا مکمل صحیفہ ہیں، جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات میں سے انتخاب نہیں کیا، بلکہ ان کو مسلم لیا، یہ وہ افراد ہیں جن میں سے ہر فرد اپنی جامعیت میں ایک پوری امت ہے، انہیں افراد امت میں سے سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک فرد ہیں، جو زمانے کے لحاظ سے پیچھے، لیکن مرتبے کے لحاظ سے بہت آگے ہیں۔

اس کے بعد دوسری حیثیت پر غور کرنا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دنیا میں ایک بہت بڑا کام اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا ایک اہم مقصد انسانوں پر اللہ کی حکومت و شریعت کا قائم کرنا، زمین میں آسمانی نظام سیاست و اخلاق و معاشرت کا جاری کرنا تھا، پشاور کے فاتح اور تیرہویں صدی کے امیر المؤمنین کی زندگی میں اتباع نبوی کی یہ حیثیت بہت نمایاں نظر آئے گی، اور اس چیز نے مشائخ امت میں اس جوان کا سر اونچا کردیا ہے، مصلحین اور علما و مشائخ نے بے شبہ اسلام کی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں، اور دے رہے ہیں، ہزاروں بندگانِ خدا کو ان سے ہدایت ہوئی، ہزاروں کو ان کی وجہ سے کلمہ نصیب ہوا، ہزاروں کے خاتمے اچھے ہوئے، آج بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فیض ان سے جاری ہے، لیکن ان سب کے حلقے اور عمل کے دائرے محدود ہیں۔

سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس نکتے کو اچھی طرح سمجھا کہ حکومت الٰہیٰ کے قیام اور اسلامی نظام حیات و قوانین و حدود کے اجرا اور ماحول کی تبدیلی کے بغیر یہ سب کوششیں ''کوہ کندن و کاہ بر آوردن'' ثابت ہوں گی، صرف چند خاص لوگوں کی اصلاح ہوگی، لیکن ضرورت فضا بدلنے اور جڑ مضبوط کرنے کی ہے۔ آپ اس نقشے پر کام کرنا چاہتے تھے، جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین نے کیا، اور تجربہ یہ ہے کہ سب سے زیادہ اور پائیدار کامیابی اس کو ہوئی اور قیامت تک اسلام کی ترقی کے لیے وہی نظام عمل ہے۔ اسلام صرف خواص کا مذہب نہیں اور چند منتخب لوگوں کا اس پر عمل کرنا کافی نہیں۔ اسی طرح اسلام عیسائیت کی طرح چند عقائد و رسوم کا نام نہیں، وہ پوری زندگی کا نظام ہے، وہ زمانے کی فضا طبیعت بشری کا مذاق اور سواد اعظم کا رنگ بدلنا چاہتا ہے، اور عقائد کے ساتھ ساتھ اخلاق و معاشرت زندگی کے مقصد و معیار، زاویۂ نظر اور انسانی ذہنیت کو بھی اپنے قالب میں ڈھالنا چاہتا ہے، یہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ اس کو مادی و سیاسی اقتدار حاصل ہو، صرف اسی کو قانون سازی اور تنفیذ کا حق ہو، اس کے صحیح نمائندے دنیا کے لیے نمونہ ہوں، اسلام کے مادی اقتدار کا لازمی نتیجہ اس کا روحانی اقتدار اور صاحب اقتدار جماعت کے اخلاق و اعمال کی اشاعت ہے، اسی حقیقت کو قرآن نے اس طرح بیان کیا ہے۔

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝ [الحج: 41]

یہ مظلوم مسلمان وہ ہیں کہ اگر ہم نے زمین میں انہیں صاحب اقتدار کردیا، (یعنی ان کا حکم چلنے لگا) تو وہ نماز قائم کریں گے، ادائے زکوۃ میں سرگرم ہوں گے، نیکیوں کا حکم دیں گے، برائیاں روکیں گے اور تمام باتوں کا انجام کار اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔

ایک نہایت ہی اہم بات یہ ہے کہ شرعی حکومت کے بغیر شریعت پر پورا عمل بھی نہیں ہو سکتا، اسلام کے نظام عمل کا ایک مستقل حصہ ایسا ہے، جو حکومت پر موقوف ہے، حکومت کے بغیر قرآن مجید کا ایک پورا حصہ ناقابل عمل رہ جاتا ہے، خود اسلام کی حفاظت بھی قوت کے بغیر ممکن نہیں۔ مثال کے طور پر اسلام کا پورا نظام مالی و دیوانی و فوجداری معطل ہو جاتا ہے، اس لیے قرآن غلبہ و عزت کے حصول پر زور دیتا ہے، اور اسی لیے خلافت اسلامی بہت اہم اور مقدس چیز سمجھی گئی، اور اس کو اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز و تکفین پر مقدم رکھا، جسے بہت سے کوتاہ نظر نہیں سمجھتے۔ اور اس کی حفاظت کے لیے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی قربانی پیش کی تاکہ اس کا مقصد ضائع نہ ہو اور وہ نااہل ہاتھوں میں جانے نہ پائے ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' اسلام میں جس قدر اہم فریضہ ہے، وہ اس سے ظاہر ہے کہ امت کی بعثت کا مقصد یہی بتایا گیا ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ [آل عمران: 110]

''تم بہترین قوم ہو، جو لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو''۔

اور قیامت تک کے لیے مسلمانوں کا یہی فرض قرار دیا گیا ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ [آل عمران: 104]

''تم میں ایک ایسی جماعت رہنی چاہیے جو بھلائی کی طرف دعوت دیتی رہے، نیکی کا حکم کرتی رہے، اور برائی سے روکتی رہے''۔

لیکن یہ یاد رہے کہ اس کے لیے امر (حکم) اور نہی (ممانعت) کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ اہل علم جانتے ہیں کہ امر و نہی کے لفظ میں اقتدار اور

تحکم کی شان ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ وہ بھلائی اختیار کرنے کے لیے درخواست و عرض کریں گے۔ پس امر و نہی کے لیے سیاسی اقتدار اور مادی قوت کی ضرورت ہے اور امت کا فریضہ ہے کہ وہ اس کا انتظام کرے۔ صحیحین کی مشہور حدیث ہے:

مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الإِيمَانِ(متفق علیہ)

ترجمہ: ''تم میں سے جو شخص کوئی برا کام دیکھے، اسے ہاتھ سے روک دے، اگر ہاتھ سے نہ روک سکے، تو زبان سے روکے، اگر زبان سے بھی نہ روک سکے، تو دل سے برا سمجھے اور یہ آخری درجہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔''

ظاہر ہے کہ ''تغییر بالید (ہاتھ سے بدل دینے اور عملی اصلاح)'' کے لیے قوت و اختیار کی ضرورت ہے، زبان سے روکنے کے لیے بھی کچھ قوت اور آزادی کی ضرورت ہے، اگر یہ کچھ نہیں تو تیسرے درجے پر قناعت کرنی پڑے گی، جو ایمان کا آخری درجہ ہے۔ اور جس کے بعد بعض روایات کے مطابق ایک ذرہ برابر بھی ایمان نہیں رہ جاتا، مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ غلامی میں دل سے برا سمجھنا اور زشت و نیک کا احساس بھی جاتا رہتا ہے۔۵

تھا جو 'ناخوب' بتدریج وہی 'خوب' ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

اگرچہ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ میں اس کارنامہ جہاد اور احیائے خلافت اسلامیہ نے اتنی اہمیت حاصل کرلی ہے کہ عام لوگ اس کے سوا کچھ نہیں جانتے، لیکن خواص کی بھی اس کے مقاصد و اسرار پر نظر نہیں، خدا کو ابھی ہماری ناقدری اور نااتفاقی کی سزا دینی تھی، ورنہ دنیا خلافت راشدہ کے بعد ہندوستان میں حکومت شرعیہ کا نقشہ دیکھ لیتی۔

سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصیت:

اس موقع پر ایک چیز کی وضاحت نہایت ضروری ہے، قوموں کی تاریخ میں اور خود مسلمانوں کی تاریخ میں، ایسے اشخاص کی کمی نہیں اور اس وقت بھی ہر ملک و قوم میں ایسے لوگ موجود ہیں، جنھوں نے ذاتی برتری و اقتدار یا قومی عزت و سربلندی یا ملک و وطن کی آزادی کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی دی، قوم کی تنظیم کی، وطن کو آزاد کرایا، عظیم الشان سلطنتیں قائم کیں، کامرانی و اقبال مندی کی زندگی حاصل کی یا عظمت و فتح مندی کی موت مرے، یہ اپنے کارناموں کے درجے اور ترتیب کے مطابق انسانوں کے احترام اور ہمارے انصاف کے مستحق ہیں، لیکن سید صاحب اس فہرست کے اشخاص میں سے نہیں ہیں، وہ ان مجاہدین میں سے ہیں جنھوں نے محض اللہ کے نام کی بلندی اور اس کی بات اونچی کرنے کے لیے، خالص اللہ کی خوشنودی اور رضا کے لیے ''مسلمان'' نام ایک قوم کے غلبے کے لیے نہیں، بلکہ ''اسلام'' نام ایک مکمل دین، عقیدہ و عمل اور مسلک زندگی کو قائم کرنے کے لیے، محمد رسول اللہ ﷺ کی مظلوم شریعت کو جاری کرنے کے لیے اپنے خون کا پہلا اور آخری قطرہ بہایا، اس کے علاوہ کسی راستے میں ان کے پسینے کا بھی کوئی قطرہ نہیں بہا۔ ایسے مجاہدین و شہدائے اسلام، ایسے اکابر و قائدین اسلام کی فہرست اتنی طویل نہیں، جتنی سمجھی جاتی ہے۔ زندگی اور موت کی یہ ترازو ایسی بلند معیار ہے، جس پر ہزاروں میں سے چند ہی پورے اترتے ہیں۔

اس کے بعد سید صاحب کی ایک اور خصوصیت پر نظر ڈالیے اور وہ یہ کہ آپ نے تھوڑے زمانے میں ایک دینی فضا قائم کردی اور ایک ایسی جماعت پیدا کردی، جس کی صحیح تعریف یہ ہے کہ وہ تیرہویں صدی میں صحابہ کا نمونہ تھے، ایک رنگ میں رنگے ہوئے، ایک سانچے میں ڈھلے ہوئے، اللہ کے لیے جان دینے والے، شریعت پر جینے اور مرنے والے، بدعت سے نفور، شرک کے دشمن، جہاد کے نشے میں سرشار، متقی و عبادت گزار، اور بڑی بات یہ ہے کہ ہم رنگ و یک آہنگ، تاریخ اسلام میں ایک جگہ اتنی بڑی تعداد میں اس پختگی اور جامعیت کی کوئی جماعت صحابہ و تابعین کے بعد مشکل سے ملے گی، کیفیات ایمانی کے جاں نواز جھونکے تاریخ اسلام میں بارہا چلے ہیں لیکن ایمان و یقین اور خلوص وللہیت کی ایسی باد بہاری ہمارے علم میں، کم سے کم اس ملک میں اس سے پہلے نہیں چلی۔ نہ اس سے پہلے اتنے بڑے پیمانے پر عزم و توکل، جوش جہاد، ایمان و احتساب، شوق شہادت اور یقین آخرت کے ایسے نمونے دیکھنے میں آئے، آدم گری اور مردم سازی، اصلاح و انقلاب کے ایسے محیر العقول واقعات بھی اصلاح و تربیت کی تاریخ میں نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہیں۔

ان آخری صدیوں میں دنیائے اسلام میں کسی ایسی مذہبی تحریک کا علم نہیں ہوا، جو ہندوستان کی اس تحریک احیائے سنت وجہاد سے زیادہ منظم و وسیع ہو اور جس کے سیاسی اور مذہبی اثرات اتنے ہمہ گیر اور دور رس ہوں، ہندوستان کی کوئی اصلاحی جدوجہد اور مسلمانوں کی کوئی سیاسی تحریک ایسی نہیں، جو اس تحریک سے متاثر نہ ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ اس برصغیر میں موجودہ اسلامی زندگی، مذہبی اصلاح، مسلمانوں کی سیاسی بیداری اور ملک میں مسلمانوں کے وجود کی اہمیت اور ان کا سیاسی وزن بڑی حد تک اس طویل جہاد کا رہین منت ہے۔

حاصلِ کلام:

سیّد صاحب کی سیرت پر اجمالی نظر سے یہ بات تو ثابت ہوگئی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر زمانے میں اپنے ایسے مخلص بندوں کو وجود بخشا ہے جنھوں نے لوگوں کو اس کی طرف بلایا، اور دین کی تجدید کی، اسی ضرورت کی تکمیل کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے عین تیرہویں صدی کے آغاز میں اس شخصیت کو وجود بخشا جن کو دنیا سیّد احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے جانتی ہے۔

جاری ہے۔۔۔

ماہانہ رپورٹ برائے
آئینہ انجمن

قرآن اکیڈمی ڈیفنس

رجوع الی القرآن کورس میں 29 حضرات اور 24 خواتین جبکہ آن لائن شرکت کرنے والوں کی تعداد 35 ہے۔ رجوع الی القرآن کورس کے تحت ''جہاد فی سبیل اللہ''، ''قرآن اور جہاد'' اور ''اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور کرنے کا اصل کام'' (استاذ ڈاکٹر محمد الیاس صاحب) نیز ''میرا گھر میری ذمہ داری'' (استاذ انجینئر نعمان اختر صاحب) کے موضوع پر خصوصی لیکچرز منعقد ہوئے۔

مدرسے کے تمام کُل وجزوقتی شعبہ جات (حفظ، قاعدہ، ناظرہ) میں معمول کے مطابق کلاسز کا انعقاد جاری ہے۔ شعبہ خواتین میں ماہِ اگست 2025ء سے روزانہ سہ پہر 3:00 تا 5:00 بجے مختصر دورانیے کے مختلف دینی کورسز جاری ہیں۔

رواں ماہ مسجد میں پہلا اور تیسرا جمعہ ڈاکٹر محمد الیاس صاحب جبکہ دوسرا اور چوتھا جمعہ امیر محترم شجاع الدین شیخ صاحب نے خطبہ ارشاد فرمایا۔

دوران ماہ مسجد میں 13 نکاح کی تقریبات منعقد ہوئیں۔

قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں تنظیم اسلامی کے متبادل سالانہ اجتماع کا انعقاد بروز ہفتہ اور اتوار مؤرخہ 15 اور 16 نومبر 2025ء کو کیا گیا، جس میں تنظیم اسلامی حلقہ کراچی جنوبی، حلقہ کراچی شرقی اور حلقہ حیدر آباد و سکھر کے 1100 سے زائد رفقا نے شرکت کی۔ اکیڈمی میں تمام رفقا کے لیے رہائش و طعام کا بندوبست بہترین طور پر کیا گیا۔ پروگرام میں امیر تنظیم اسلامی جناب شجاع الدین شیخ صاحب نے افتتاحی اور اختتامی کلمات یہیں بیان کیے جس کو بذریعہ انٹر نیٹ ملک بھر میں منعقد ہونے والے دیگر پانچ متبادل سالانہ اجتماعات میں بھی براہِ راست نشر کیا گیا۔ اس کے علاوہ اجتماع میں تذکیری و فکری نوعیت کے مضامین پر مدرسین نے گفتگو فرمائی۔ پروگرام کے اسٹیج سیکرٹری کی ذمہ داری امیر حلقہ کراچی شرقی جناب ڈاکٹر انوار علی صاحب نے انجام دی۔

ماہِ اپریل 2025ء سے ہر مہینے نوجوانوں کے لیے ایک میٹ اپ کا پروگرام مستقل بنیادوں پر منعقد کیا جارہا ہے جس میں 15 سال سے 35 سال تک کے حضرات کو مدعو کیا جاتا ہے اور نوجوانوں کی دلچسپی کے موضوعات پر تفصیلی گفتگو، سوال و جواب اور عشائیے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ماہِ نومبر 2025ء میں یہ پروگرام مؤرخہ 29 نومبر 2025ء بروز ہفتہ بعد نمازِ عشاء منعقد کیا گیا، جس میں مقرر کی ذمہ داری جناب اُسامہ جاوید عثمانی صاحب نے انجام دی، جبکہ موضوع تھا "Foundations of Personal Excellence Part 2"۔ جناب اُسامہ صاحب نے موضوع پر سیر حاصل گفتگو کی اور بعد ازاں حاضرین کے سوالوں کے جوابات بھی دیے۔

گزشتہ سال کی طرح اِس سال بھی 10 تا 16 سال کے لڑکوں کے لیے موسمِ سرما کی تعطیلات کے دوران چار روزہ ونٹر فیتھ اینڈ ٹیک کیمپ (Winter Faith & Tech Camp) کا انعقاد مؤرخہ 22 تا 25 دسمبر 2025ء کیا جائے گا۔ جس کے اوقات تدریس صبح 10:00 تا

دوپہر 12:00 بجے رہیں گے۔ اِس کورس میں بچوں کو بنیادی اسلامی تعلیمات کے ساتھ ساتھ کچھ جدید علوم سے روشناس کروایا جائے گا بالخصوص درج ذیل موضوعات پر گفتگو کی جائے گی:

AI Chatbots
Advanced Programming
Basics of Robotics
How to make a Presentations
Career Counselling
Islamic Websites
Soial Media Platforms
Strategic Vision
Physical Fitness

کلاسز کے دوران بچوں کے لیے ریفریشمنٹ کا اہتمام بھی کیا جائے گا۔

قرآن اکیڈمی یٰسین آباد

رجوع الی القرآن کورس (سال اول سیکشن اے) میں 42 حضرات اور 85 خواتین، رجوع الی القرآن کورس (سال اول سیکشن بی) میں 21 حضرات اور رجوع الی القرآن کورس (سال دوم) میں 24 حضرات اور 14 خواتین شرکت کر رہے ہیں۔

رجوع الی القرآن کورس (سال اول سیکشن اے، بی) کے تحت ''جہاد فی سبیل اللہ'' (استاذ محمد ارشد صاحب)، ''درس قرآن کی تیاری کیسے کریں'' (استاذ انجینئر نعمان اختر صاحب)، ''تزکیہ نفس'' (استاذ حافظ محمد اسد صاحب)، ''جہاد فی سبیل اللہ'' (استاذ سید محمد مصطفی صاحب)، ''درس قرآن کی تیاری کیسے کریں'' (استاذ انجینئر نعمان اختر صاحب) اور ''تزکیہ نفس'' (استاذ محمد ارشد صاحب) کے موضوعات پر لیکچرز منعقد ہوئے۔

حلقات و دورات دینیہ کے تحت اس وقت ''عربی گرامر برائے قرآن فہمی (سنڈے)''، ''عربی گرامر برائے قرآن فہمی (فیملی کورس)''، ''مطالبات قرآن''، ''خلاصہ مضامین قرآن (بعد فجر)''، ''دورہ ترجمہ قرآن (ہر جمعہ بعد نماز عشاء)''، ''مطالعہ حدیث (اتوار)''، ''تربیت برائے خادمین''، ''مختصر درس حدیث (اہل محلہ/نمازی حضرات بعد نماز عصر از طلبہ پارٹ 2)''، ''نماز سے متصل ترجمہ قرآن (بعد نماز ظہر اہل محلہ/نمازی حضرات از طلبہ پارٹ 1 سیکشن A- B اور پارٹ 2)''، ''حلقہ سیرت النبی ﷺ''، ''قصص النبیین''، ''دراسات دینیہ سال اول و دوم''، ''تجوید القرآن (سہ پہر)''، ''سلسلہ وار دورہ ترجمہ قرآن (برائے خواتین)''، ''علم و عمل کورس (طالبات درجہ اول، دوم و سوم)، طلبہ''، ''قرآن حکیم کی صرفی و نحوی تحلیل''، ''احکام و مسائل وطہارت و نماز (خواتین)''، ''تذکیر بالقرآن کورس برائے خواتین''، ''عربی تکلم کورس لیول 2'' اور ''قرآن فہمی کورس زیر اہتمام تنظیم اسلامی یاسین آباد'' جاری ہے، جس میں اوسط تعداد 557 کے قریب ہوتی ہے۔

مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ کے تحت درجہ حفظ میں 95 طلبہ اور درجہ قاعدہ و ناظرہ میں 20 طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ جب کہ مدرسۃ البنین والبنات میں (سہ پہر 2:30 تا 4:30) کے تحت درجہ قاعدہ میں 173 طلبہ و طالبات اور درجہ ناظرہ میں 103 طلبہ و طالبات زیر تعلیم ہیں۔ علاوہ ازیں مغرب تا عشاء حلقہ میں مقیم طلبہ کرام اور اہل محلہ و گرد و نواح سے حضرات تشریف لاتے ہیں۔ جن کی مجموعی تعداد 20 ہے۔

شعبہ دعوت و تبلیغ کے تحت رواں ماہ پہلا جمعہ ''اللہ کا بندوں سے محبت بھرا خطاب'' (محترم محمد ارشد صاحب) جبکہ دوسرا، تیسرا اور چوتھا جمعہ ''ابلیس کی مجلس شوریٰ حصہ اول تا حصہ سوم'' (محترم سید سلیم الدین صاحب) نے خطبہ ارشاد فرمایا۔

مسجد میں آٹھ نکاح کی تقریبات منعقد ہوئیں۔

شعبہ تصنیف و تالیف کے تحت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے منتخب نصاب (تفصیلی ویڈیوز) حصہ چہارم درس نمبر (16) بعنوان ''جہاد فی سبیل اللہ کی غایت اولیٰ (شہادت علی الناس)'' پارٹ 4 تا 7 کی فورمیٹنگ، ترمیم و ترتیب اور تصحیح مکمل کی گئی۔ جبکہ درس: انقلاب نبوی ﷺ کی

اساسی منہاج کی ایڈیٹنگ کا کام جاری ہے۔

آئینہ انجمن ماہ نومبر تیار کیا گیا۔ آئینہ انجمن ماہ نومبر کے شمارے کی مکمل نظر ثانی و تصحیح کی گئی، علاوہ ازیں آئینہ انجمن کے لیے ''سوانح: شہید بالاکوٹ۔۔۔ مولانا شاہ محمد اسماعیل ؒ'' کے عنوان سے تفصیلی مضمون تیار کیا گیا۔ اسی طرح آئینہ انجمن کے لیے مدیر ادارہ قرآن اکیڈمی یاسین آباد کے بیانی نکات ''علامہ اقبال۔۔۔ ایسا کہاں سے لاؤں تجھ سا کہیں جسے'' کی فورمیٹنگ، ترتیب و تصحیح کر کے مضمون تیار کیا گیا۔ جبکہ نئے سال کے لیے آئینہ انجمن کی ڈیزائنگ کا کام جاری ہے۔

پیغام قرآن کے تحت سورۃ الممتحنۃ کی کمپوزنگ مکمل کی گئی، جبکہ سورۃ الصف کی کمپوزنگ جاری ہے۔

شعبہ سوشل میڈیا کے تحت درج ذیل امور سرانجام دیے گئے: ''ڈاکو مینٹری (انجمن خدام القرآن)''، ''گلستان جوہر (تعارفی ویڈیو)''، ''عکس بندی تاثرات طلبہ رجوع الی القرآن قرآن انسٹیٹیوٹ گلستان جوہر و قرآن اکیڈمی کورنگی (کل 4 طلبہ)''، ''قرآن انسٹیٹیوٹ گلستان جوہر، فیس بک پیج کی rebranding و فعالیت''، ''کوریج: 39 واں سالانہ اجتماع (انجمن خدام القرآن)''، ''کوریج و ریکارڈنگ برائے خطابات (متبادل زونل سالانہ اجتماع تنظیم اسلامی)'' اور ''خطابات جمعہ کلپس (کل 62 کلپس)''۔

قرآن اکیڈمی کورنگی

رجوع الی القرآن کورس میں 16 حضرات اور 43 خواتین تسلسل کے ساتھ شریک ہو رہے ہیں۔ رواں ماہ خصوصی محاضرات کے ذیل میں دو خصوصی لیکچرز ''ابلیس کی مجلسِ شوریٰ'' بذریعہ ویڈیو (ڈاکٹر اسرار احمد ؒ) اور ''اسلامک سافٹ وئیرز و ویب سائٹس'' (ڈاکٹر اسرار علی صاحب) کے موضوعات پر منعقد ہوئے۔

مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ قرآن اکیڈمی کورنگی للبنین والبنات میں شعبہ بنین کے درجہ حفظ میں کُل 51 جبکہ درجہ قاعدہ و ناظرہ میں 98 طلبہ اور شعبہ بنات میں 124 طالبات جبکہ بڑی عمر کی خواتین کی ناظرہ قرآن میں 30 خواتین زیرِ تعلیم ہیں۔

شعبہ بنین میں درجہ ناظرہ کے 3 طلبہ نے تکمیلِ قرآن کی سعادت حاصل کی۔

شعبہ بنین و بنات میں دورانِ ماہ ششماہی امتحان کا انعقاد ہوا۔ جس کے لیے شعبہ حفظ میں قرآن مرکز لانڈھی کے مسئولِ مدرسہ حافظ محمد لقمان صاحب اور درجہ ناظرہ کے لیے قاری فیصل صاحب (استاذ درجہ ناظرہ، قرآن مرکز لانڈھی)، قاری ایوب صاحب (استاذ درجہ حفظ، قرآن اکیڈمی کورنگی) اور قاری حفیظ اللہ صاحب (استاذ درجہ حفظ، قرآن اکیڈمی کورنگی) نے ممتحن کی ذمہ داریاں ادا کیں۔

شعبہ بنات میں درجہ قاعدہ کی طالبات کے لیے ''وضو کے آداب''، ''عذابِ قبر''، ''سفر کے آداب''، ''سیرت حضرت ابو بکر صدیق ؓ'' اور ''شکر کے آداب'' جبکہ درجہ ناظرہ کی طالبات کے لیے ''دعا کا طریقہ'' نیز ناظرہ قرآن برائے خواتین کی طالبات کے لیے ''سورۃ الفاتحہ اور اس کا لفظی ترجمہ'' کے موضوعات پر خصوصی لیکچرز منعقد ہوئے۔

قرآن اکیڈمی کورنگی میں حلقات و دورات دینیہ کے تحت 16 اگست 2025 سے ہفتہ کے روز صبح 10 تا 12 بجے ایک نیا کورس بعنوان ''بنیادی علومِ دینیہ کورس'' میں 18 حضرات تسلسل کے ساتھ شرکت کر رہے ہیں۔

اسی طرح شعبہ خواتین کے تحت جاری امور خانہ داری و تربیتی کورس کی کلاس میں 15 طالبات شرکت کر رہی ہیں۔ طالبات کے لیے ''خواتین کا کردار'' اور ''سورۃ الفاتحہ (منتخب نصاب)'' کے موضوعات پر تربیتی لیکچرز منعقد کیے گئے۔

تنظیم اسلامی کورنگی شرقی کے تحت ''عربی گرامر برائے قرآن فہمی'' (حافظ ریان بن نعمان اختر صاحب) کی کلاس میں 15 حضرات شرکت کر رہے ہیں۔

تنظیم اسلامی (شعبہ خواتین) کے تحت ''اخلاقِ حسنہ اور ہم'' کے موضوع پر ماہانہ درس ہوا، جس میں 50 خواتین نے شرکت کی۔

دعوت و تبلیغ کے ضمن میں قرآن اکیڈمی کورنگی سے متصل جامع مسجد طیبہ میں دورانِ ماہ تنظیم اسلامی کے تحت سلسلہ وار دورہ ترجمہ قرآن میں سورۃ التوبہ کا بیان جاری ہے۔ مدرس کی ذمہ داری صدرِ انجمن خدام القرآن سندھ، جناب انجینئر نعمان اختر صاحب نے ادا فرماتے ہیں، جس میں اوسطاً 50 حضرات نے شرکت کی۔

دی ہوپ اسلامک اسکول

ششماہی امتحان کے نتائج کا اجراParents Teacher Meeting میں کیا گیا۔

جماعت ہشتم تا دہم کی طالبات کے لیے یومِ اقبال پر ایک فکری نشست بعنوان ''ذہنی اُڑان'' منعقد کی گئی۔

امسال میٹرک بورڈ کراچی کے تحت ہونے والے نویں جماعت کے سالانہ امتحان میں دی ہوپ اسلامک اسکول کے 21 طلبہ و طالبات نے A+ جبکہ 7 طلبہ نے A گریڈز سے کامیابی حاصل کی۔

قرآن انسٹیٹیوٹ گلستان جوہر

رجوع الی القرآن کورس میں 42 حضرات اور 52 خواتین سمیت کل 94 شرکا شرکت کر رہے ہیں۔ دوران ماہ خصوصی محاضرات کے ذیل میں ایک خصوصی لیکچر ''قرآن اور جہاد'' (انجینئر محمد عثمان علی صاحب) منعقد ہوا۔

بعد از نماز فجر درس قرآن و حدیث (جناب ندیم گیلانی اور قاری غلام اکبر صاحبان)، بعد از نماز عصر درس حدیث (قاری غلام اکبر صاحب)، بعد از نماز ظہر اصلاحی خطبات اور خلاصہ مضامین قرآن (جناب جمیل صاحب اور غضنفر عمر صاحب) اور بعد از نماز فجر تجوید (قاری محمد ارسلان صاحب) جاری ہیں۔

رواں ماہ ہفتہ وار قرآن فہمی کورس level-2 (برائے حضرات و خواتین) میں 20 حضرات اور 9 خواتین جبکہ واٹس ایپ پر 'عربی گرامر' کے تین بنیادی بیچز چوتھے، پانچویں اور چھٹے بیچ میں تقریباً 2600 افراد شریک ہوئے۔ جبکہ ہفتے میں دو دن بعد از مغرب 'عربی گرامر کورس' اور بعد از عشاء 'تجوید کورس' بھی منعقد کیے گئے۔ اسی طرح ہفتہ وار 'تجزیہ قرآن کورس' اور 'سیرت النبی ﷺ کورس' بھی جاری رہے، اور ہر جمعہ بعد از عشاء 'درس قرآن' کا خصوصی اہتمام بھی کیا گیا۔

مدرسۃ القرآن برائے قاعدہ و ناظرہ میں تقریباً 40 طلبہ زیر تعلیم ہیں۔

رواں ماہ خطبہ جمعہ کی سعادت مدیر ادارہ جناب ڈاکٹر انوار علی صاحب نے حاصل کی۔

قرآن انسٹیٹیوٹ لطیف آباد

قرآن انسٹیٹوٹ لطیف آباد میں رجوع الی القرآن کورس میں تقریباً 12 حضرات اور 25 خواتین شریک ہیں۔ اس ماہ تین اسپیشل لیکچرز ''جہاد فی سبیل اللہ'' (استاذ: محمد خضر حیات شیخ صاحب)، ''قرآن اور جہاد'' (استاذ: محمد یاسر شیخ صاحب)، اور ''میرا گھر میری ذمہ داری'' (استاذ: انجینئر نعمان اختر صاحب) منعقد ہوئے

بروز ہفتہ دوپہر کے اوقات میں تفہیم القرآن کورس میں دروس اللغۃ العربیہ، حدیث، اور فکر اسلامی کے مضامین شامل ہیں۔

بروز اتوار دوپہر کے اوقات میں تفسیر القرآن کورس میں سورۃ بنی اسرائیل کی تفسیر الحمد للہ مکمل ہو چکی ہے، اب ان شاء اللہ سورۃ الکھف کی تفسیر کا آغاز ہو گا۔

بروز اتوار دن 11 تا 1 بجے بچوں اور بچیوں کے لیے مطالعہ قرآن حکیم کی کلاسز جاری ہیں۔

ان شاء اللہ دسمبر کے اختتام پر سردیوں کی چھٹیوں میں بچوں اور بچیوں کے لیے ایک ہفتہ (4-5 دن) کے دورانیہ پر مشتمل سمر کورس جبکہ 22 دسمبر سے دوپہر کے اوقات میں نوجوانوں کے لیے دو ہفتہ پر مشتمل (The Faithline Course) کورس کرایا جائے گا۔

مدرسۃ القرآن برائے قاعدہ و ناظرہ میں اور بعد نمازِ مغرب بالغان کے لیے بھی قاعدہ و ناظرہ قرآن کی تعلیم اور بروز جمعہ بعد نماز مغرب تذکیر بالقرآن کے تحت درس قرآن کا سلسلہ جاری ہے۔

قرآن انسٹیٹیوٹ بحریہ ٹاؤن

قرآن انسٹیٹیوٹ بحریہ ٹاؤن کراچی میں رجوع الی القرآن کورس سال اول کے تحت ''میرا گھر اور میری ذمہ داری'' (استاذ انجینئر نعمان اختر صاحب)، ''موبائل فون اور سوشل میڈیا کے نقصانات اور مضمرات'' (استاذ مدیر تعلیم ڈاکٹر انوار صاحب)، ''سفر آخرت کے مراحل'' (استاذ انجینئر عثمان علی صاحب) اور ''منہج انقلاب نبوی ﷺ'' (استاذ مدیر قرآن اکیڈمی ڈیفنس ڈاکٹر محمد الیاس صاحب) کے عنوانات پر خصوصی محاضرات منعقد ہوئے۔

اس ماہ صدر انجمن خدام القرآن سندھ انجینئر نعمان اختر صاحب نے قرآن انسٹیٹیوٹ بحریہ ٹاؤن کا دورہ کیا۔

دوران ماہ ایک خصوصی لیکچر ''آپ ﷺ سے ہمارا تعلق'' منعقد ہوا جس میں حضرات و خواتین نے بھرپور شرکت فرمائی۔

الحمد للہ قرآن انسٹیٹیوٹ بحریہ ٹاؤن کی وفاق المدارس العربیہ پاکستان میں رجسٹریشن ہوگئی ہے۔ اس سال تحفیظ القرآن کے امتحانات کے لیے بچوں کے داخلہ فارم بھی جمع کروا دیے گئے ہیں۔

دوران ماہ ایک نکاح کی پروقار تقریب منعقد ہوئی۔

قرآن مرکز لانڈھی

مدرسۃ القرآن للحفظ و القراءۃ للبنین والبنات میں شعبہ بنین کے درجہ حفظ میں 55 جبکہ درجہ قاعدہ و ناظرہ میں 42 طلبہ اور شعبہ بنات میں 45 طالبات زیر تعلیم ہیں۔

شعبہ دعوت و تبلیغ کے تحت ہفتہ وار درس (ہر جمعہ) میں سورۃ مریم کا مطالعہ جاری ہے۔ امیر لانڈھی تنظیم و ناظم مرکز محترم محمد ہاشم صاحب درس کی ذمہ داری ادا فرماتے ہیں۔

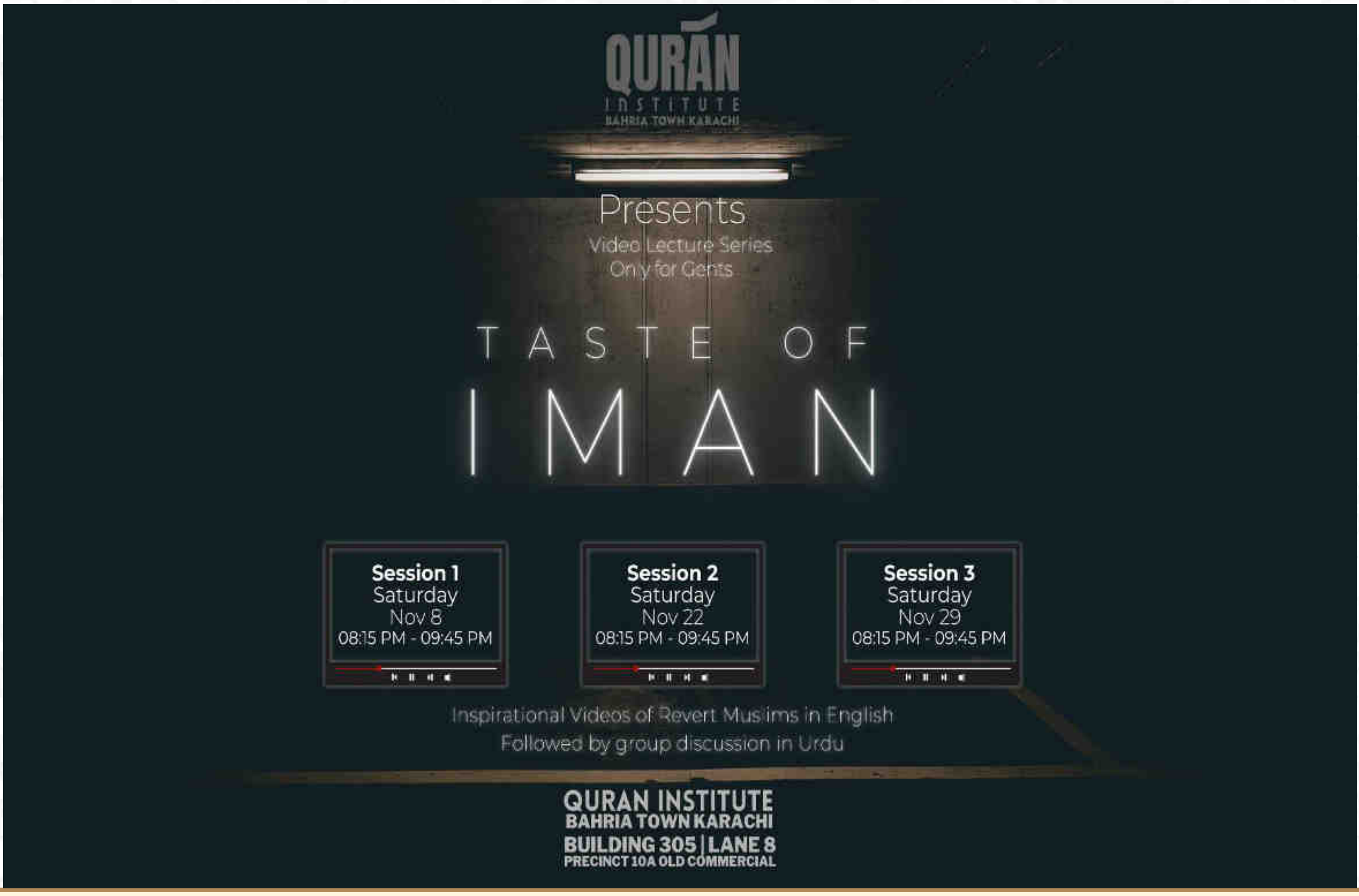

شعبہ ملٹی میڈیا

خطباتِ جمعہ (محترم شجاع الدین شیخ صاحب) :

ماہِ نومبر 2025ء میں محترم شجاع الدین شیخ صاحب کے درج ذیل موضوع پر ہونے والے خطبہ جمعہ کی ویڈیو ریکارڈنگ کی گئی جسے انجمن اور تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ اور سوشل میڈیا پر شائع کیا گیا :

آیت الکرسی ۔ ۔ ۔ فضیلت، مفہوم اور تقاضے	حکمرانی امانت ہے استحقاق نہیں/27ویں آئینی ترمیم پر چند اصولی باتیں

خطباتِ جمعہ (محترم انجینئر نعمان صاحب):

ماہِ نومبر 2025ء میں محترم انجینئر نعمان صاحب کے درج ذیل موضوع پر ہونے والے خطباتِ جمعہ کی آڈیو ریکارڈنگ کی گئیں جنھیں انجمن کے ویب سائٹ پر اپلوڈ کیا گیا :

نبی کریم ﷺ کی مستقل سنت ۔ ۔ ۔ دعوت دین	دعوت دین کی فضیلت اور مشکلات میں نبی اکرم ﷺ کا اسوہ
آداب دعوت دین	ہمارا گھر ہماری ذمہ داری /اہل خانہ کی تربیت ۔ ۔ اہمیت و فوائد

خطباتِ جمعہ (محترم ڈاکٹر انوار علی صاحب) :

ماہِ نومبر 2025ء میں محترم ڈاکٹر انوار علی صاحب کے درج ذیل موضوع پر ہونے والے خطباتِ جمعہ کی آڈیو ریکارڈنگ کی گئیں جنھیں انجمن کے ویب سائٹ پر اپلوڈ کیا گیا :

مطالعہ سورۃ الکھف حصہ اٹھارہواں	مطالعہ سورۃ الکھف حصہ انیسواں
مطالعہ منتخب نصاب : سورۃ العصر (تمہید)	

خطباتِ جمعہ (محترم عامر خان صاحب) :

ماہِ نومبر 2025ء میں محترم عامر خان صاحب کے درج ذیل موضوع پر ہونے والے خطباتِ جمعہ کی آڈیو ریکارڈنگ کی گئیں جنھیں انجمن کے ویب سائٹ پر اپلوڈ کیا گیا :

رزق میں فراوانی کے قرآنی نسخے (لیکچر 01)	رزق میں فراوانی کے قرآنی نسخے (لیکچر 02)

متبادل سالانہ اجتماع، تنظیم اسلامی 2025ء :

ماہِ نومبر میں تنظیم اسلامی کا متبادل سالانہ اجتماع قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں منعقد کیا گیا، اس سلسلہ میں انجمن کی ملٹی میڈیا ٹیم کی جانب سے اسٹیج کی تیاری بشمول بیک ڈراپ ڈیزائننگ اور انسٹالیشن کی گئی، ایس ایم ڈی پروجیکشن اور اس کے لیے پریزنٹیشن تیار کی گئی، اس کے علاوہ ساؤنڈ سسٹم اور پاور سپلائی ارینجمینٹ بھی کی گئیں، کچھ پروگرامات جیسے امیر سے ملاقات، ناظمِ اعلیٰ صاحب کا خطاب (قافلہِ تنظیم منزل بہ منزل — پیش رفت)، آصف حمید صاحب کا خطاب (سوشل میڈیا اور نظریاتی جدوجہد) اور امیرِ تنظیم اسلامی جناب شجاع الدین شیخ صاحب کا خطاب بذریعہ گوگل میٹ پاکستان میں تمام مقامات پر براہ راست دکھائے گئے۔ اس پروگرام کے لیے شعبہ تعلیم قرآن اکیڈمی ڈیفنس کی بھرپور معاونت شامل رہی۔

سالانہ اجلاسِ عام :

مؤرخہ 9 نومبر کو انجمن خدام القرآن کا انتالیسواں اجلاسِ عام دی وینیو بینکویٹ میں منعقد ہوا، اس اجلاس میں ایس ایم ڈی پروجیکشن کا اہتمام کیا گیا، اس کے لیے پریزینٹیشن کی تیاری شعبہ ملٹی میڈیا کی جانب سے کی گئی، ساتھ ساتھ اس اجلاس کی ویڈیو ریکارڈنگ بھی کی گئی جسے انجمن کی ویب سائٹ اور سوشل میڈیا پر شائع کیا گیا۔

فہم دین (ڈاکٹر انوار علی ابرار صاحب) :

ماہِ رواں میں جناب ڈاکٹر انوار علی ابرار صاحب کا فہم دین کا آخر کا کچھ حصہ ریکارڈ کیا گیا۔ اسی طرح Quran Podcast کی ایک قسط ریکارڈ کی گئی، جس کے میزبان محمد نعمان صاحب اور مہمان ڈاکٹر انوار علی ابرار صاحب رہے۔

معاونت :

مسجد جامع القرآن گلشن معمار میں ملٹی میڈیا کی جانب سے ساؤنڈ سسٹم بہتر کیا گیا۔

قرآن اکیڈمی یاسین آباد میں ملٹی میڈیا کی جانب سے ساؤنڈ سسٹم کی تبدیلی کے حوالے سے خدمات انجام دی گئی۔

انجمن خدام القرآن اغراض و مقاصد

انجمن خدّام القرآن
سندھ، کراچی، رجسٹرڈ

انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی کے قیام کا مقصد منبع ایمان اور سرچشمۂ یقین قرآن حکیم کے علم و حکمت کی وسیع پیمانے اور اعلیٰ علمی سطح پر تشہیر و اشاعت ہے۔ تاکہ اُمت مسلمہ کے فہیم عناصر میں تجدید ایمان کی ایک عمومی تحریک برپا ہوجائے اور اس طرح اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور غلبۂ دینِ حق کے دورِ ثانی کی راہ ہموار ہوسکے۔

انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی کے اغراض و مقاصد:

- عربی زبان کی تعلیم و ترویج۔
- قرآن مجید کے مطالعے کی عام ترغیب و تشویق۔
- علومِ قرآنی کی عمومی نشر و اشاعت۔
- ایسے نوجوانوں کی مناسب تعلیم و تربیت جو تعلّم و تعلیم قرآن کو اپنا مقصدِ زندگی بنالیں، اور
- ایک ایسی قرآن اکیڈمی کا قیام جو قرآنِ حکیم کے فلسفہ و حکمت کو وقت کی اعلیٰ ترین علمی سطح پر پیش کرسکے۔

☆☆☆

مرکزی دفتر انجمن خدام القرآن 375 – B، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ روڈ، بلاک 6، گلشن اقبال، کراچی۔ فون نمبر 7 – 34993436 – 021